پروفیسر حنیف نقوی کے خطوط بہ نام شمس بدایونی

شمس بدایونی

حنیف نقوی (۱۷/ اکتوبر ۱۹۳۶ء-۲۲/ دسمبر ۲۰۱۲ء) سے رابطہ ماہ نامہ روشن بدایوں (اجرا،۱۹۷۸ء) کے زمانۂ ادارت کے دوران ہو گیا تھا۔ انھیں روشن کی اعزازی کاپی مستقل بھیجی جاتی تھی اور کبھی کبھی وہ اس کی وصول یابی کی رسید بھی دے دیتے تھے۔ ۱۹۸۰ء میں جب ادارے کی جانب سے ان سے مضمون کی فرمائش کی گئی تو انھوں نے میرے بڑے بھائی خالد بدایونی (ف ۲۰۱۳ء) جو اس رسالے کے مدیرِ اعلیٰ تھے' کے نام ایک خط لکھ کر آیندہ کے لیے بھی مضمون کی فرمائش کرنے کے راستے بند کر دیے۔ انھوں نے لکھا:

شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونی ورسٹی

وارانسی221005

۱۰/ جولائی ۱۹۸۰ء

مکرمی! سلام مسنون

نوازش نامہ ملا، مورخہ ۷/ جون وطن سے واپسی پر ۷ جولائی کو ملا۔ یاد آوری اور کرم فرمائی کے لیے شکر گذار ہوں۔ مجبوری یہ ہے کہ میں نے ایک مدت سے تنقیدی مضامین لکھنا ترک کر دیا ہے۔ اب بیشتر تحقیقی مضامین لکھتا ہوں اور تحقیقی مضامین میں ہر لفظ اور ہندسے کی تنقیدی مضامین کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ کتابت کی ایک معمولی سی غلطی، ساری محنت کو غارت اور تمام دعوؤں کو باطل کر دیتی ہے، اس لیے یہ مضامین صرف معدودے چند رسالوں ہی میں شائع ہو سکتے ہیں۔ میں جن رسائل میں مضامین بھیجتا ہوں وہ میری تمام شرائط کی پابندی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس مجبوری کی بنا پر میں روشن کے لیے قلمی تعاون سے معذور ہوں۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بہ خیر ہو گا۔

مخلص

حنیف نقوی

* محقق و مصنف، مقیم، نیو آزاد پرم کالونی، عزت نگر، بریلی، بھارت

میں نے جب روشن کو سہ ماہی کیا (جنوری ۱۹۸۳ء تا دسمبر ۱۹۹۰ء) اور خالص تحقیقی اور تخلیقی ادب کی اشاعت عمل میں آنے لگی، تب بھی انھوں نے روشن میں چھپنا چھپانا مناسب نہ سمجھا۔ بعد میں جب میں بھی تحقیقی ادب پر خامہ فرسائی کرنے لگا تو اندازہ ہوا کہ ہر ادبی رسالہ تحقیقی مضامین کی اشاعت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

میرے مضامین کا مجموعہ دید و دریافت (۱۹۸۱ء) انھیں بھیجا گیا۔ انھوں نے اس کی وصول یابی کی رسید دی اور ساتھ ہی ایک اہم ہدایت کی کہ مضامین کو کتابی شکل میں چھپوانے میں عجلت نہیں کرنا چاہیے۔ مضامین لکھنے کے بعد ایک لمبے عرصے تک انتظار کرنا چاہیے تاکہ ان کے حسن و قبح سے آپ واقف ہو سکیں اور کتابی شکل میں جب چھپ کر آئیں تو وہ ہر طرح سے مکمل اور جامع ہوں۔ ان کی اس ہدایت پر میں نے عمل کیا اور مجھے اس میں تمام تر خیر ہی کا پہلو نظر آیا۔

اس کے بعد ان سے مستقل رابطہ قائم ہو گیا اور رفتہ رفتہ قربت بڑھتی گئی۔ اب وہ کبھی کبھی فون پر بھی بات کرنے لگے۔ جب کبھی بدایوں تشریف لاتے میرے غریب خانے 'روشن محل' بھی ضرور آتے۔ رسائل جو روشن کو تبادلے میں موصول ہوتے، نئی کتب جو تبصرے کے لیے آتیں ان کو دیکھتے۔ گفتگو صرف علم و ادب تک محدود رہتی۔ اپنے بارے میں باتیں کم کرتے۔ معاصرین یا میری تحریروں سے متعلق گفتگو کرتے اور کچھ نئی اطلاعات دیتے، نئے مآخذ کی نشان دہی فرماتے اور بعض امور پر نظر ثانی کا مشورہ دیتے۔

انھیں اردو کے آوارہ اشعار کی تلاش و تحقیق سے دل چسپی تھی۔ اسی سلسلے کے تحت وہ اپنے ابتدائی دور میں پانچ مضامین بہ عنوان بعض اشعار کا غلط انتساب لکھ چکے تھے، جو ماہ نامہ نیا دور لکھنؤ میں بالاقساط شائع ہوئے۔ (اکتوبر ۱۹۵۸ء، جنوری، جون، اکتوبر ۱۹۵۹ء، مئی ۱۹۶۰ء، مشمولہ حنیف نقوی کی ابتدائی تحریریں، مرتبہ شمس بدایونی، گوپال پور ۲۰۱۶ء) خاک سار نے بھی ابتدائی دور میں اردو کے ضرب المثل اشعار کی تلاش و تحقیق کا بیڑا اٹھایا اور ۱۹۸۴ء میں ایک مختصر سی کتاب شعری ضرب الامثال کے نام سے مرتب کر کے شائع کی۔

اس دور میں زیادہ تر ان سے اشعار کے متن اور ان کی نسبتوں کی بابت گفتگو ہوا کرتی۔ اسی قسم کے استفسار خطوط میں بھی کیے جاتے تھے۔ جب میں بریلی منتقل ہو گیا (۱۹۹۳ء) تو وہ اپنی بریلی آمد کی اطلاع سفر پر روانہ ہونے سے پہلے دینے لگے تاکہ میں خود کو ملاقات کے لیے فارغ کر سکوں۔ ان کے چھوٹے بھائی سید یحییٰ نقوی (ف ۲۰۱۴ء) بریلی میں ملازم تھے۔ بیش تر انھیں کے یہاں قیام رہتا کبھی کبھی یہ سعادت مجھے بھی حاصل ہو جاتی۔ گرمیوں کی تعطیل میں ہر سال وہ ایک لمبے سفر کا پروگرام بناتے۔ یہ سفر بنارس سے بریلی، بدایوں، سہسوان، کاسگنج، شاہ جہاں پور اور کبھی کبھی بھوپال تک طے کیا جاتا۔ تقریباً ماہ بھر کے اس سفر کے دوران وہ اپنے تمام بھائیوں اور اعزا کے یہاں اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق قیام کرتے۔ اسی دوران مجھ سے ملاقات یا میرے یہاں ایک شب کے قیام کا وقت بھی نکال لیتے۔

جب غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی میں انٹرنیشنل غالب سمینار ہر سال دسمبر کی آخری تاریخوں میں ہونے لگا تو موسم سرما میں بھی وہ کبھی سمینار میں شرکت سے پہلے اور کبھی بعد میں بدایوں آتے اور سبھی اعزا سے ملاقات کرتے۔ دو مرتبہ وہ دہلی سے میرے ہم راہ ہی بریلی آئے اور ایک بار جامع مسجد دہلی کی پشت پر واقع ایک ہوٹل میں ان کے ساتھ قیام کا اتفاق بھی ہوا۔ اس دوران وہ مسلسل محوِ گفتگو رہے اور میں ان کے گہرے مطالعے اور وسیع مشاہدے سے مستفید ہوتا رہا۔ اتنی قربت و اخلاص کے باوجود مجھے شدید ملال ہے کہ میں کاروباری مصروفیات کے سبب ان سے حسب دل خواہ استفادہ نہیں کر سکا۔

ایم اے کرنے کے بعد میں نے ان کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور ان سے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا مگر انھوں نے بریلی اور بنارس کے درمیان طویل فاصلے کے سبب معذرت کر لی، مگر علمی و ادبی معاملات میں انھوں نے ہمیشہ فراخ دلی کے ساتھ معاونت کی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد فون پر گفتگو کا سلسلہ بڑھ گیا۔ فون پر اکثر وہی رابطہ قائم کرتے اور بڑی طویل گفتگو کیا کرتے۔ مطلوبہ مواد فراہم کرنے میں بھی انھوں نے کبھی پہلو تہی نہیں کیا، خواہ وہ خود اس موضوع پر کام کر رہے ہوں۔ بسا اوقات ہاتھ سے نقل کر کے بھیجتے۔ میں نے بارہا کوشش کی کہ ڈاکٹر نسیم احمد (بنارس) اور ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی (علی گڑھ) کی طرح ان کی شاگردی اختیار کروں اور علمی دنیا میں اعتبار قائم کروں مگر وہ یہ کہہ کر ٹال دیتے: ارے بھائی آپ ان لوگوں سے عمر میں بھلے ہی چھوٹے ہیں لیکن آپ کی ادبی عمر ان سے زیادہ ہے، اور آپ اس چکر میں نہ پڑیئے، زبانی جو مشورہ لینا چاہیں لے لیا کیجیے آپ ہر لحاظ سے ماشاء اللہ پختہ مشق ہیں۔

غالب اور بدایوں کتاب کی تکمیل کے بعد میں نے خواہش ظاہر کی کہ آپ غالبیات پر حاوی ہیں کچھ وقت نکال کر کتاب دیکھ لیجیے تاکہ کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ کہنے لگے مکمل کتاب دیکھنے کا وقت نہیں۔ جب بریلی آؤں تو جن مقامات سے آپ مطمئن نہیں ہیں، انھیں سنا دیجیے گا کوئی بات ہوگی تو بتا دوں گا۔

ایک مرتبہ وہ میرے غریب خانے (روشن کدہ بریلی) وقت نکال کر اسی ارادے سے تشریف لائے، لیکن گھنٹے بھر سے زیادہ نہ رک سکے۔ فارسی ادب سے متعلق بعض معاملات، چند تاریخی مادے اور مصرعے پڑھ کر سنا دیے۔ کہیں انھوں نے میری تحریر اور رائے سے اتفاق کیا اور کہیں اختلاف، بعض مقامات پر میرے نتائج کی داد بھی دی۔ میری تمام کتابوں میں بہ لحاظ تحقیق انھیں یہی کتاب پسند تھی۔ ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے کہ اس کتاب پر اچھا عالمانہ تبصرہ آنا چاہیے۔ میں نے کہا کون لکھے گا؟ فرمانے لگے: اگر تم نے میری غالب شناسی سے متعلق اس میں مضمون نہ لکھا ہوتا تو میں اس پر مضمون لکھتا، لیکن اس صورت میں مناسب نہیں لوگ اسے غلط معانی دیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ ظفر احمد صدیقی اس پر اسی انداز کا ایک مضمون لکھیں جیسا کہ انھوں نے مآثر غالبؔ (مرتبہ حنیف

نقوی) پر لکھا تھا۔ ظفر صاحب اس پر راضی بھی ہو گئے مگر میری طرف سے کوئی تقاضا نہیں کیا گیا لہٰذا بات آئی گئی ہو گئی۔ بعد میں ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب نے اس پر طویل مقالہ لکھا جو باب التقریظ و الانتقاد عنوان کے تحت ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ (نومبر ۲۰۱۳ء) میں شائع ہوا۔ پروفیسر شریف حسین قاسمی (دہلی) نے ڈی ڈی اردو پر کتابوں کے ایک پروگرام میں اس پر نصف گھنٹے گفتگو کی۔

کاروباری مصروفیات کے سبب جب میرے مضامین لکھنے اور چھپنے کا دورانیہ بڑھ جاتا، فون کر کے استفسار کرتے اور فرماتے کہ: اگر مضمون لکھنے کا وقت نہیں تو رسائل میں خط ہی لکھتے اور چھپواتے رہیے۔ اس طرح قلم کو زنگ بھی نہیں لگے گا اور لوگ بھی آپ کو یاد رکھیں گے۔

اغلاط و تسامحات سے بچنے کے لیے میں بہت سے ادق موضوعات پر لکھنے سے اگر پہلو تہی کرتا تو فرماتے: اغلاط سے بچنے کا واحد حل یہ ہے کہ آپ لکھنا چھوڑ دیجیے۔ جس طرح انسان بغیر گناہ بشر نہیں اسی طرح قلم کار کو بھی غلطیوں سے مفر نہیں۔

ان سے متعلق بے شمار یادیں حافظے کی چھلنی سے باہر آ کر صفحات پر ثبت ہو جانا چاہتی ہیں لیکن ان تمام کو یہاں قلم بند کرنا بے محل ہو گا۔ سطور گذشتہ میں صرف اس حد تک تعلق خاطر کا اظہار ضروری سمجھا گیا جتنا کہ پیش نظر خطوط کی فضائے محبت و تعلق کو سمجھنے میں معاون بن سکے۔

اسی نوعیت کے خیر و عافیت سے متعلق چند رسمی خطوط کو چھوڑ کر باقی ۲۵ خطوط مع حواشی پیش کیے جا رہے ہیں۔ ۱۹۸۱ء سے تا وفات (۲۰۱۲ء) انھوں نے صرف دو خط میں اپنے نام کے چھپے پیڈ کا استعمال کیا۔ یہ پیڈ بھی شعبے میں ریڈر ہو جانے اور پروفیسر و صدر شعبہ ہو جانے کے دوران شعبہ جاتی ضرورتوں کے تحت چھپوایا گیا ہو گا، دوسرے پیڈ پر جو پروفیسر و صدر شعبہ ہو جانے کے بعد چھپوایا گیا' ان کا مکمل نام سید حنیف احمد نقوی چھپا ہوا ہے۔

وہ مکتوب عموماً پوسٹ کارڈ یا ان لینڈ لیٹر پر لکھتے۔ خوش خط اور پختہ قلم تھے البتہ مربوط عبارت کی طرح کتابت بھی مربوط کرتے یعنی ہر لفظ ایک دوسرے سے پوری طرح پیوست ہوتا۔ پتا، تاریخ، آداب خط کا اہتمام کرتے، بہ الفاظ دیگر خط کی ہیئت ظاہری کو ملحوظ رکھتے۔ رموز او قاف کا اہتمام کرتے۔ عام طور پر کالی سیاہی استعمال کرتے۔ خطوط میں غیر ضروری بات بالکل نہ کرتے اور نہ ہی محبت و تعلق کا اظہار فرماتے، صرف اپنے عمل کو محبت کے بدل کے طور پر پیش کرتے۔ ۲۰۱۱ء میں پروفیسر سید حسن عباس (صدر شعبۂ فارسی، بنارس ہندو یونی ورسٹی، وارانسی) کی مرتبہ ارمغان علمی نذر حنیف نقوی کا اجرا یونی ورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈی پی سنگھ نے کیا۔ اس

موقعے پر مہمان خصوصی کے طور پر ملک کے کسی بھی بڑے ادیب یا پروفیسر کو مدعو کیا جاسکتا تھا، لیکن حنیف نقوی کے ایما پر ان کے شاگرد ظفر احمد صدیقی اور خاک سار کو مدعو کیا گیا۔ یہ ان کی عملی محبت کی محض ایک مثال ہے۔

اردو محققین میں قاضی عبدالودود، امتیاز علی خاں عرشی، مختارالدین احمد، مالک رام، رشید حسن خاں اور مشفق خواجہ وغیرہ کے خطوط کتابی شکل میں چھپ کر شائع ہوچکے ہیں۔ حنیف نقوی کے خطوط پروفیسر سید حسن عباس (بنارس) مرتب کر رہے ہیں۔ قبل ازیں زیر نظر قسط نقوی مرحوم کے خطوط کی اہمیت اور قدر و قیمت کو سمجھنے میں معاون ہوگی۔

خطوط سے متعلق اس سلسلے کی پہلی قسط میں اجمالی طور پر اِن خطوط کو وقف عام کرنے کا مقصد واضح کر دیا گیا تھا؛ اس قسط میں پھر سے اعادہ کرتا ہوں کہ ان کو مرتب کرنے کے دو مقاصد ہیں:

اول: ان میں موجود علمی و ادبی نکات کو محفوظ کر دینا۔

دوم: خردوں کے ساتھ قلمی دوستی کس طرح قائم رکھی جاسکتی ہے، اس دوران ان کی ذہنی تربیت کو کس طور مقدم رکھا جاسکتا ہے، ان کے علمی و ادبی مسائل میں دل چسپی لے کر ان کی کب کب اور کس قدر معاونت کی جاسکتی ہے؟ یہ خطوط ان کا بہترین مظہر ہیں۔

(۱)

شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونی ورسٹی

وارانسی-221005

۷ دسمبر ۱۹۸۱ء

عزیزم، سلام مسنون

مکتوب مورخہ ۲۸ نومبر موصول ہوا۔ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے، میں نے دید و دریافت[۱] کی وصول یابی کی اطلاع انھی دنوں دے دی تھی۔ اچھا کام کر دیا ہے آپ نے، مبارک باد قبول کیجیے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ مشق جاری رکھیے دید و دریافت نثار احمد فاروقی کے ایک مجموعے کا نام ہے، یہ تکرار مناسب نہ تھی۔ یہ آپ نے کس بنیاد پر لکھ دیا کہ قاطع برہان کا جواب لکھنے والے سہسوانی منشی انوار حسین تسلیم ہوں گے[۲]۔ یہ بات نہ میں کہہ سکتا ہوں اور نہ میں نے کہی تھی۔ تسلیم غالب کے حامیوں میں ہیں، مخالفوں میں نہیں۔ انھوں نے محض تسلیم میں غالبؔ کی تحریروں پر نہیں، ناقدین غالبؔ کے بیانات پر رد و قدح کی ہے۔

جن موضوعات پر آپ نے قلم اٹھایا ہے، ان پر نہ ہر شخص لکھ سکتا ہے اور نہ بار بار لکھا جاسکتا ہے، اس لیے زیادہ تفصیل اور گہرائی کے ساتھ لکھنے کی کوشش کیجیے، مضامین لکھیے رسالے میں چھاپیے اور چھپوائیے۔ کتابی صورت میں شائع کرانے میں جلدی نہ کیجیے۔ ابھی ماشاء اللہ آپ کے لیے بڑے مواقع ہیں۔ کتابی صورت میں مضامین یکجا کرنے کی کیا جلدی ہے۔ آپ کو کسی ملازمت کے حصول کے لیے کسی سلیکشن کمیٹی کے سامنے اپنی کارگذاریوں کی رپورٹ تو پیش کرنا ہے نہیں! لہٰذا میرا مخلصانہ مشورہ اس بارۂ خاص میں یہ ہے کہ:

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

سکسینہ[۳] صاحب کو آداب کہیے، امید ہے کہ آپ بہ خیر ہوں گے۔

مخلص

حنیف نقوی

(۲)

وارانسی، ۱۴؍ فروری ۱۹۸۴ء

عزیز مکرم سلام مسنون۔ امید ہے کہ آپ بہ خیریت ہوں گے۔ آپ کو ایک زحمت دے رہا ہوں اس توقع کے ساتھ کہ آپ تعاون میں کوتاہی نہ کریں گے۔ احمد علی شاہ بیگ جوہر مرادآبادی نے اپنے استاد منشی انوار حسین تسلیم کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا جو ماہ نامہ العلم کراچی کے کسی شمارے میں شائع ہوا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس شمارے میں اور کس سنہ میں[۴]۔ آپ نے دید و دریافت میں دوچار جگہ العلم کے حوالے دیے ہیں۔ اگر یہ پرچے آپ کی دست رس میں ہوں تو یہ مضمون تلاش کیجیے۔ مضمون نہ ملے تب بھی یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں فلاں پرچے دیکھ لیے گئے، ان میں یہ مضمون نہیں تو باقی پرچوں کی تلاش میں آسانی ہو جائے گی۔ ویریندر پرشاد سکسینہ صاحب کو آداب کہیے۔ مخلص

حنیف نقوی

(۳)

ریڈر، شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونی ورسٹی

وارانسی (پیڈ)

۲؍ ستمبر ۱۹۸۴ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

آپ کی شکایت بجا ہے لیکن میں معذور تھا۔ عید کے تیسرے یا چوتھے روز سہسوان سے بھوپال روانہ ہوا، ۱۰ر جولائی کو بنارس پہنچا، یہاں پہنچنے کے چوتھے ہی روز یعنی ۱۳ر جولائی کو ایک حادثہ پیش آگیا جس نے مہینے سوا مہینے پریشان رکھا۔ میرا بیٹا جس کی عمر ساڑھے چار سال ہے، تقریباً بیس بائیس فٹ بلند چھت سے نیچے صحن کے پختہ فرش پر آگرا۔ اللہ نے بڑا فضل کیا کہ کوئی خطرناک چوٹ نہیں آئی، پھر بھی ایک ہفتے اسے لے کر اسپتال میں رہنا پڑا اور اس کے بعد اگست کے اوائل تک اسپتال سے رابطہ بنا رہا۔ اب بحمد اللہ وہ بالکل ٹھیک ہے، اس پریشانی میں بہت سے کام پچھڑ گئے۔ دھیرے دھیرے حالات معمول پر آتے جا رہے ہیں۔ آپ کا خط کل نہ موصول ہوا ہوتا تب بھی میں آپ کو آج یا کل ضرور خط لکھتا۔

میں نے شعری ضرب الامثال[۵] کے آپ کے عنایت کردہ نسخے پر بہت سے حواشی لکھ ڈالے ہیں۔ انھیں علاحدہ لکھ کر آپ کو بھیجنا فی الوقت ممکن نہ تھا۔ اس لیے یہ نسخہ ہی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ آپ جن ترمیمات یا اضافوں کو قبول کرنا چاہیں، انھیں اپنے نسخے پر منتقل کر لیجیے تاکہ اگلے ایڈیشن کی ترتیب میں آسانی ہو۔ اس کے بعد یہ نسخہ مجھے واپس فرما دیجیے۔

'پیش لفظ' بہت جلد مطلوب ہو تو معذرت خواہ ہوں کہ فرصت یکسر معدوم ہے۔ بہت جلدی نہ ہو تو مضامین کا مجموعہ بھیج دیجیے۔ میں جو کچھ لکھوں گا وہ مختصر ہوگا، سکینہ صاحب کی خدمت میں آداب عرض کر دیجیے اور مزاج پوچھ لیجیے۔ دعا گو

حنیف نقوی

(۴)

وارانسی، ۱۶ر جنوری ۱۹۸۵ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

آپ کا مکتوب مورخہ ۷ر جنوری موصول ہوا۔ آپ کی مصروفیاتِ علمی کے بارے میں اطلاعات باعثِ مسرت ہیں۔ خدا آپ کے ذوق و شوق اور علمیت و بصیرت میں مزید ترقی عطا فرمائے، آمین۔

اب اپنے سوالوں کے جوابات ملاحظہ کریں:

(۱) "لاؤ تو قتل نامہ[۶] ... سرِ محضر لگی ہوئی"۔ میں اپنے بزرگوں کی زبانی بچپن سے سنتا آیا تھا کہ یہ شعر ذوقؔ کا ہے۔ اب تلاش کرنے پر صرف ایک شہادت ملی ہے (دیوان ذوقؔ میری دست رس میں نہیں، آپ نسخۂ مجلس ترقی

ادب اور نسخۂ آزاد کی طرف رجوع کریں) احمد حسین لاہوری نے حیات ذوق[۱۱] (مطبوعہ لاہور ۱۸۹۵ء[یہ حصہ پھٹ گیا] ذوقؔ کی غزل سے متعلق قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "جب مذاق صاحب نے بھی اس پر ایک عمدہ غزل کہی اور اس کے ایک شعر میں محضر کے مضمون کو یوں پیش کیا:

اللہ رے شوقِ قتل کہ اپنے ہی ہاتھ سے
اپنی ہی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

تو اسے سن کر شیخ مرحوم نے کہا کہ اس ایک شعر کے معاوضے میں اپنے سارے کلام کو میں بے لذّت خیال کرتا ہوں۔" (ص:۴۴)

(۲) نگہ کیا[۷]... قضا سمجھے۔ یہ مطلع دیوانِ ذوقؔ میں موجود ہے تو ذوقؔ کا ہے۔ میں نے یہ کیوں لکھا تھا کہ ذوقؔ کا نہیں، اب خیال نہیں آتا۔ خیالی رو میں لکھ گیا ہوں گا۔

(۳) تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی[۸]... پروانے کی خاک۔ دیوان آسی میں پوری غزل موجود ہے۔ غالباً اس انتخاب میں بھی ہے جو حال ہی میں اتر پردیش اکادمی نے شائع کیا ہے۔ آسی کا ایک اور شعر بھی مشہور ہے:

بے حجابی یہ کہ ہر شے سے ہے جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

پہلا شعر میں نے اپنے ایک مضمون بعض اشعار کا غلط انتساب[۹] میں مولوی اسمٰعیل صاحب کی ریڈر کے کسی حصے کے حوالے سے جہاں اس سے پہلے 'مولفہ' لکھا ہوا ہے، مولوی صاحب سے منسوب کیا تھا ممکن ہے فیضان غالب[۱۰] میں اسی مضمون یا ریڈر کے اسی حصے سے یہ شعر لیا گیا ہو۔

(۴) سرفروشی کی تمنا... قاتل میں ہے[۱۱]۔ اس شعر کے بارے میں ابھی تک کوئی صحیح فیصلہ نہیں ہو سکا ہے۔ بسمل شاہ جہاں پوری، بسمل الہ آبادی اور بسمل عظیم آبادی، تین مختلف شاعروں سے اسے منسوب کیا جاتا ہے۔ مشہو رروایت ہے کہ رام پرشاد بسمل شاہ جہاں پوری (کاکوری ڈکیتی کیس والے) اسے قید کے دوران پڑھا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

(۵) خبر کچھ بھی نہیں[۱۲]... تین شعر گلزار داغ میں نہیں تو اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے یہ شعر بعد میں کہے گئے ہوں، ممکن ہے دیوان کی ترتیب کے وقت خارج کر دیے ہوں۔ یہ شعر انتخاب کلام تشنہ کے تحت خم خانۂ جاوید (لالہ سری رام، جلد دوم، ص۸۸ وما بعد) میں بھی موجود ہے۔ لالہ سری رام کا بیان ہے کہ "ان (تشنہ) میں بڑا عیب یہ تھا کہ اپنے ہم عصروں کا کلام بے تکلف اپنے نام سے پڑھ دیتے تھے چناں چہ اپنے استاد بھائی

حضرت داغؔ کے کلام پر بھی ہاتھ صاف کیا۔" (ص۸۸) اس شہادت کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ شعر داغؔ کا ہے، باقی اشعار تشنہ کے ہیں۔ لالہ سری رام نے داغؔ کے (اس غزل کے) کل پانچ اشعار تشنہ کے کلام میں نقل کیے ہیں۔

(۶) زندگی زندہ دلی کا نام ہے[۱۳] (کا نام ہے، نہیں) یہ شعر بالیقین ناسخ کا ہے۔ آپ دیوان ناسخ دیکھیے۔ میری دست رس میں یہ دیوان نہیں۔ درد کا دیوان بھی احتیاطاً دیکھ لیجیے۔

(۷) مجلسِ وعظ تو تادیر رہے گی قائم[۱۴] ...یہ شعر کس کا ہے، معلوم نہیں، لیکن یہ قائم کا ہرگز نہیں۔

(۸) بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھالیا[۱۵]۔ میں نے اسے بے خیالی میں امیر سے منسوب کر دیا ہو گا۔ مصحفی کے کلیات میں موجود ہے، تو مصحفی کا ہے۔

(۹) صد سالہ دور چرخ تھا[۱۶]... دنیا بدل گئی۔ یہ شعر گستاخ رام پوری سے منسوب ہے لیکن ان کا نہیں، ریاض کا ہے۔ ریاض کے کلیات ریاضِ رضواں میں موجود ہے۔ (ص۴۰۳)

(۱۰) رکھوں اس لالچی لڑکے کو[۱۷]... کبھی یہ لا، کبھی وہ لا۔ یہ شعر دیوانِ ناجی میں موجود نہیں حالاں کہ اس زمین میں انھوں نے غزل کہی ہے۔ آبرو نے بھی اسی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کا دیوان اس وقت دست رس میں نہیں، اس لیے صفحے کا حوالہ نہیں دے سکتا۔ لیکن یہ شعر یقیناً آبروہی کا ہے۔

کچھ اور اشعار دیکھیے:

(۱)

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف کا برادر ہووے[۱۸]
(میر سوز)

(۲)

آسیا روز یہ کہتی ہے بہ آواز بلند
رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کا
(میر کلو عرش)

(۳)

زندگی بھر نہ ملا قبر پہ آیا آخر
کی مرے درد کی عیسیٰ نے دوا میرے بعد
(میر کلو عرش)

(۴)

اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے
جس نے ڈالی بری نظر ڈالی۱۹

(محمد عالم گیر میاں کیف ٹونکی)

(۵)

کاندھوں پہ یاں جنازہ ہے ملک عدم میں روح
کوسوں بڑھا ہوا ہے پیادہ سوار سے۲۰

(مرزا عنایت علی ماہؔ شاگرد آتش برادر خورد مرزا حاتم علی بیگ مہر)

(۶)

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

(فخر الدین حسین سخن شاگرد غالب)

(۷)

رات کو خواب میں زلفیں تری برہم دیکھیں
ظاہراً مجھ کو نظر آتی ہیں تعبیریں دو
یا تو دومارِ سیہ جان کے خواہاں ہوں گے
یا پنھائے گا جنوں پاؤں میں زنجیریں دو

(منشی گیندن لال گوہر بدایونی)

(۸)

عیال ومال نے روکا ہے دم کو آنکھوں میں
یہ ٹھگ ہٹیں تو مسافر کو راستہ مل جائے

(شیخ محمد جان شادؔ پیرِ ومیر)

رسید اور حالات سے مطلع فرمائیں حقائق وبصائر کب تک آرہی ہے؟

جن اشعار کے مصنفین کا آپ کو علم نہیں ہو سکا ہے، ان میں سے بیشتر کے بارے میں مجھے بھی کوئی علم نہیں۔ کچھ شعروں کے بارے میں مصدقہ اور غیر مصدقہ دونوں قسم کی اطلاعات درج ذیل ہیں:[۲۱]

(۱)

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی[۲۲]

انداز بیان میر کا ہے۔ شعر کس کا ہے معلوم نہیں۔ دوسرا مصرع شیخ محمد جان شادؔ پیرِ میر کے یہاں بھی موجود ہے۔ پہلا مصرع یہ ہے: ع 'وصال یار سے دونا ہوا عشق'

(۲) خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے۔ یہ شعر کس کا ہے معلوم نہیں لیکن اس مصرعے پر مصرع اول 'بناوٹ کی نہیں نازک مزاجی ان حسینوں میں' کے ساتھ صاحب 'طور کلیم' نے اسے میر آغا علی شمسؔ لکھنوی سے منسوب کیا ہے۔

(۳) رنگ لاتا ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد[۲۳]۔ حسن الدین احمد نے 'زبان زد اشعار' میں غلام محمد مست کلکتوی سے منسوب کیا ہے (ص ۴۱)

(۴)

نام ان کا آ گیا کہیں ہنگام باز پرس
ہم تھے کہ اڑ گئے صفِ محشر لیے ہوئے

اصغر گونڈوی کا مجموعہ سرودِ زندگی دیکھیے۔

(۵)

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

حالی کا شعر ہے۔ 'مسدس حالی' دیکھیے:

(۶)

الفت کا جب مزا ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

اس زمین میں ذوقؔ، داغؔ اور شیفتہ نے غزلیں کہی ہیں۔ یہ شعر بہ گمانِ غالب داغؔ کا ہے۔ آپ تینوں شاعروں کے کلام میں دیکھیے۔"[۲۴]

(۷)عید کا دن ہے گلے...دستور بھی ہے[۲۵]۔ حسن الدین احمد نے جلیل مانک پوری سے منسوب کیا ہے (ص۱۵۳) دوسرا مصرع بصورتِ ذیل آسی سکندر پوری کے یہاں بھی موجود ہے۔ فاتحہ مرقدِ آسی پہ ذرا پڑھتے چلو / رسمِ دنیا بھی ہے، موقع بھی ہے، دستور بھی ہے۔

(۸)زاہد شراب پینے... بتادے جہاں پر خدا نہ ہو[۲۶]۔ حسن الدین احمد نے داغؔ سے منسوب کیا ہے۔(ص۸۷)

(۹)یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور...بول کر اڑ جائیں گے"[۲۷]حسن الدین احمد نے سودا سے منسوب کیا ہے(ص۱۱۸) واللہ اعلم مجھے مولانا اسمٰعیل میرٹھی کا اندازِ بیان معلوم ہوتا ہے۔ ان کی ریڈروں کی طرف رجوع کیجیے۔ بہت سے مشہور اور زبان زد شعر ملیں گے۔

(۱۰)عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا۔ امیر مینائی یا ناسخ کا شعر ہے۔

(۱۱)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

محمد جان حیرتؔ الہ آبادی کا شعر ہے[۲۸]

(۱۲)یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتاردے[۲۹]-ذوقؔ یا آغا جان عیشؔ کا ہو سکتا ہے۔

(۱۳)مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات[۳۰]۔ غالبؔ کے مشہور قطعے کا مصرع ہے۔ دوسرا مصرع یہ ہے: ع 'مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے'

(۱۴)کسی کی جان گئی، آپ کی ادا ٹھہری[۳۱]۔ یہ مصرع داغؔ کا ہو سکتا ہے۔

(۱۵)تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے دیوانے کا نام[۳۲]۔ یہ مصرع فیض کا ہے۔ رنگ پیراہن کا، خوشبو زلف لہرانے کا نام والی غزل دیکھیے۔ دیوانے کے بجائے غالباً ویرانے ہے۔ شمس الدین احمد کی کتاب 'زبان زد اشعار' وِلا اکیڈمی، عزیز جنگ روڈ، سلطان پورہ، حیدرآباد (500024) سے مئی ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں بے شمار غلطیاں ہیں۔ حوالے کے لیے اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری یونی ورسٹی لائبریری کی حالت انتہائی افسوس ناک ہے۔ کسی کتاب کا موجود ہوتے ہوئے مل جانا قطعاً ضروری نہیں۔ (زبان زد اشعار کی قیمت ۲۰ ہے)

دعا گو، حنیف نقوی

(۵)

بنارس، ۲۴/ جنوری ۱۹۸۵ء

عزیز گرامی قدر! سلام مسنون

آپ کا استفسار نامہ ملا جواب میں مفصل خط لکھ چکا ہوں، جو مل چکا ہو گا۔ آج یاد آیا کہ 'شعری ضرب الامثال' میں میں نے جن اشعار کا اضافہ کیا تھا، ان میں یہ شعر بھی شامل تھا:

کیوں کر اس کی نگہ ناز سے جینا ہو گا		زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہو گا

میں نے اس شعر کو آغا حشر کاشمیری کا کلام قرار دیا ہے لیکن یہ دراصل داغ دہلوی کا طبع زاد ہے۔ آپ اسے حشر کے کلام سے خارج کر کے داغ کے منتخب اشعار میں شامل کر لیجیے۔ امید ہے کہ آپ بہ خیر و عافیت ہوں گے۔ خیر طلب

حنیف نقوی

(۶)

وارانسی، ۲۲/ مارچ ۱۹۸۵ء

عزیزم، دعائیں

آپ کا مکتوب مورخہ ۱۷/ مارچ کل موصول ہوا۔ بیدار کے بارے میں میں ایک مفصل مضمون لکھنا چاہتا ہوں جس کے لیے مواد جمع کر لیا ہے لیکن اب تک اسے ترتیب دینے کا موقع نہیں ملا۔ بیدار کے نام کے ساتھ 'میر' لکھنا ٹھیک نہیں۔ وہ سید نہیں، شیخ تھے اس لیے انھیں شاہ محمدی بیدار کہنا زیادہ صحیح ہو گا۔ بیدار کا آبائی وطن بلا شک وشبہ بدایوں تھا، میرے پاس اس کے معتبر شواہد موجود ہیں، مگر فی الوقت ان کی تفصیل ممکن نہیں لیکن یہ بتانا ممکن نہیں کہ وہ بدایوں میں پیدا ہوئے، یا دہلی میں یا اکبر آباد میں؟ قرینِ قیاس یہی ہے کہ ولادت بھی بدایوں ہی میں ہوئی ہو گی۔ تذکرہ نگاروں کا یہ خیال بھی درست نہیں کہ بیدار خواجہ میر درد کے شاگرد تھے۔ ان کا انتقال بھی عام اطلاع کے برخلاف ۱۲۱۰ھ میں ہوا۔[۳۳]

بے نوا، عہدِ محمد شاہ کا معروف شاعر ہے، اس کا ذکر شعراے اردو کے اکثر تذکروں میں موجود ہے۔ اس کا وطن قصبہ سنام تھا جو غالباً پنجاب میں ہے۔ بدایوں سے اس بے نوا کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک اور شاعر غلام مصطفی خاں یک رنگ کے بارے میں تحقیق کی ضرورت ہے۔ تجلیات سخن[۳۴] میں چودھری غلام مصطفی یک رنگ متوفی قریب ۱۱۴۳ھ کا ذکر آیا ہے (ص ۴۴) اگر یہ معلوم ہو جائے کہ چودھری صاحب موصوف کا دہلی سے بھی کوئی تعلق تھا تو دونوں شاعروں کے ایک ہونے کا ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے۔

'تجلیات سخن' میں بیدار کے بھتیجے بیتاب کو اکبر آبادی ثم البدایونی لکھا گیا ہے۔ یہ بیان قدرے مبہم ہے۔ مبشر علی صدیقی صاحب اور سکسینہ صاحب[۳۵] کی خدمت میں سلام عرض کر دیجیے۔ مخلص
حنیف نقوی

(۷)

وارانسی، ۱۸/ اگست ۱۹۸۵ء
عزیز گرامی قدر! سلام مسنون

روشن کے دونوں شمارے کل کی ڈاک سے موصول ہوئے۔ واقعی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ بدایوں میں اتنی اچھی کتابت و طباعت بھی ہو سکتی ہے۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بہر حال دونوں شمارے آپ کے ذوق و شوق اور ہمت و حوصلہ مندی کی روشن دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ارادوں میں مزید کامیابیاں عطا فرمائے، آمین۔

شمارہ نمبر ۲- [۳۶] اول سے آخر تک پڑھ ڈالا۔ سکسینہ صاحب کا کوئی مضمون ایسا نہیں ہوتا جس سے کوئی نئی بات نہ معلوم ہو۔ ان مضامین کو پڑھ کر معلومات میں بہت سے اضافے ہوئے۔ بہت سی نئی باتیں پہلی بار علم میں آئیں۔ میری جانب سے سکسینہ صاحب کی خدمت میں سلام عرض فرما دیجیے اور اس مجموعۂ مضامین کی اشاعت پر مبارک باد پیش کر دیجیے۔

دوسرا شمارہ[۳۷] جس میں رسائل و جرائد سے متعلق مضامین شامل ہیں، کل ہی ایک ریسرچ اسکالر نے ہتھیا لیا کہ اس میں ان کے مطلب کا کچھ مواد موجود ہے۔ ان کے پاس سے واپس آنے کے بعد اسے دیکھوں گا۔ امید ہے کہ آپ بہ خیر و عافیت ہوں گے۔ خیر اندیش
حنیف نقوی

(۸)

بنارس، ۲۸/ فروری ۱۹۸۷ء
عزیز گرامی! سلام مسنون

میں ۱۴/ سے ۲۵/ فروری تک بنارس سے باہر رہا۔ اس دوران ۲۲/ فروری کو علی گڑھ میں بھائی صاحب (قمر احمد صاحب نقوی[۳۸]) سے ملاقات ہوئی اور ان کے پاس آپ کا تازہ مجموعۂ مضامین حقائق و بصائر[۳۹] دیکھا۔ کئی مضمون اسی روز پڑھ ڈالے۔ واپسی کے بعد کل ڈیپارٹمنٹ پہنچا تو کتاب کا پارسل موصول ہوا۔ آپ کی محبت اور یاد آوری سے دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور آپ کے علم دونوں میں اضافہ فرمائے، آمین۔

مجموعے میں شامل مضامین دل چسپ بھی ہیں اور معلومات افزا بھی۔ کتابت اور طباعت مزید بہتر ہوتی تو حسنِ معنوی کے ساتھ حسن ظاہری کے اعتبار سے بھی معیار برقرار رہتا۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ علمی حلقوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

میر اکاڈمی لکھنؤ نے انعامات کے لیے کتابیں طلب کی ہیں۔ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۶ء کے دوران چھپنے والی کتابیں مطلوب ہیں۔ کتاب کی پانچ جلدیں ۱۵/مارچ ۸۷ء تک پہنچ جانا چاہئیں۔ اپنی کسی ایک کتاب کی پانچ جلدیں بھیج دیجیے۔ پتا یہ ہے:

آل انڈیا میر اکاڈمی، مقبول لاری منزل، نزد سٹی اسٹیشن، لکھنؤ-۳

مخلص

حنیف نقوی

(۹)

وارانسی، ۱۱/ستمبر ۱۹۹۰ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

روشن کا سالِ رواں کا شمارہ نمبر ۲ موصول ہوا۔ آپ نے اس شمارے کو محبی ڈاکٹر انصار اللہ نظر صاحب کے لیے مخصوص کر کے ایک لائق ستایش خدمت انجام دی ہے۔ کتابت و طباعت قدرے اور بہتر ہوتی تو اچھا تھا۔ اس معاملے میں صاحب موصوف کا اتباع کیا ضروری تھا[۴]۔ بہر حال میں اس کار نمایاں کے لیے آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بہ خیر عافیت ہوں گے۔ دعا گو

حنیف نقوی

(۱۰)

وارانسی، ۱۳/جولائی ۱۹۹۱ء

عزیز مکرم! سلام مسنون

تازہ مجموعۂ مضامین غالب: احوال و آثار[۵] کی ایک جلد ۲۹/مئی کو رجسٹرڈ بک پوسٹ کے ذریعے ارسال کی گئی تھی۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کتاب آپ کو ملی یا نہیں؟ اگر مل گئی ہو تو معلوم فرمائیں۔ اسی روز چھے پارسل اور بھی روانہ کیے گئے تھے، ان سب کے پہنچنے کی اطلاعات آچکی ہیں۔ خیال یہ ہے کہ آپ کو بھی مل ہی گئی ہو گی۔ امید ہے کہ آپ مع متعلقین بہ خیر وعافیت ہوں گے۔ مخلص

حنیف نقوی

(۱۱)

۱۵؍ اگست ۱۹۹۴ء

عزیز مکرم! سلام مسنون

آپ کا پوسٹ کارڈ موصول ہوا۔ تلامیذ الرحمن، تذکرۂ شعرائے سہسوان ابوالکمال مولانا حکیم سید اعجاز احمد معجز سہسوانی (ولادت ۸؍ مارچ ۱۸۷۷ء، وفات ۷؍ جنوری ۱۹۶۳ء) کی تصنیف ہے۔ یہ بہ صورت مسودہ راقم السطور کے پاس محفوظ ہے۔ اس میں کوئی دیباچہ یا مقدمہ یا خاتمہ موجود نہیں، نام بھی کسی جگہ لکھا ہوا نہیں، زمانۂ تصنیف کا بھی واضح طور پر کوئی حوالہ نہیں ملتا، لیکن میری ذاتی معلومات کی بنا پر یہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۸ء کے درمیانی عرصے میں مرتب ہوا ہے۔ راقم السطور اپنی طالب علمی کے بالکل ابتدائی دور اور کم سنی (ولادت، اکتوبر ۱۹۳۶ء) کے باوجود برابر اس کام میں دل چسپی لیتا رہا۔ چناں چہ متعدد شاعروں کا کلام ان سے حاصل کر کے یا کتابوں اور رسالوں سے تلاش کر کے تذکرے میں شامل کرایا۔ ان شاعروں کے تعارف اور اشعار راقم السطور ہی کے خط میں اس تذکرے کے مسودے میں شامل ہیں۔ معجز مرحوم نے اس کا نام تلامیذ الرحمن خود ہی تجویز کیا تھا۔ یہ بات انھوں نے ایک بار میری دریافت کرنے پر بتائی تھی۔ شعرا کی تعداد ۵۵ ہے۔ ان میں سے بعض کے حالات تذکرہ نگاری کے روایتی انداز میں کسی قدر تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ بعض کے حالات بہت مختصر ہیں اور چند لوگوں کا صرف تخلص یا تخلص اور نام لکھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اگر آپ اپنے مضمون[۴۲] میں اس تذکرے کا نمونہ بھی پیش کرنا چاہیں تو مجھے لکھیے۔ میں ایک دو صفحات کا عکس آپ کو بھیج دوں گا۔ مدت سے ارادہ ہے کہ اس تذکرے کو مرتب کر کے شائع کرادوں لیکن مکروہاتِ زمانہ سے فرصت ملے تو یہ کام کروں۔[۴۳] ڈاکٹر صاحب[۴۴] محترم کی خدمت میں سلام عرض فرمائیں۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ مخلص

حنیف نقوی

(۱۲)

وارانسی، ۸؍ نومبر ۱۹۹۴ء

عزیزم! سلام مسنون

آپ کا پوسٹ کارڈ مورخہ ۲۶؍ اکتوبر کل ۷؍ نومبر کو ملا۔ سید نوازش علی صاحب کے بارے میں میری معلومات تقریباً صفر ہے۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ ان کے والد کا نام سید تراب علی اور دادا کا نام سید مبارز علی تھا۔

سید مبارز علی صاحب بقول صاحب حیوۃ العلماء ''جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے''۔ انھوں نے کئی حج کیے تھے، چند سال مسجد نبوی میں درس بھی دیا تھا۔ ان کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا۔

نوازش علی صاحب کے بڑے بھائی مولانا سید عبدالعلی صاحب اپنے دور کے مشہور عالم تھے۔ ان کا زیادہ تر قیام ٹونک میں رہا، جہاں مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا حیدر علی ٹونکی وغیرہ سے ان کے دوستانہ روابط تھے۔ جب مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا حیدر علی رام پوری ثم ٹونکی کے درمیان مناظرات ہوئے (مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی بعض تصانیف کے سلسلے میں) تو عبدالعلی صاحب نے مولانا حیدر علی کا ساتھ دیا۔ آپ آخر عمر میں ہجرت فرما کر مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ وہیں ۱۲۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

نوازش علی صاحب کے صاحب زادے سید محمد نذیر صاحب (ولادت ۱۲۷۵ھ) بڑے عالم وفاضل شخص تھے۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی اور مولانا عبدالقادر بدایونی وغیرہ سے مناظرات کی وجہ سے آپ کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کی کئی تصانیف شائع بھی ہوچکی ہیں۔ ۱۲۹۹ھ میں بہ عمر ۲۴ سال وفات ہوئی۔ ۱۲۷۵ھ میں سید محمد نذیر صاحب کی ولادت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوازش علی صاحب کا انتقال اس سنہ کے بعد ہوا ہوگا۔ اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ بتانے سے قاصر ہوں۔ محترم ادیب صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ امید ہے کہ جناب موصوف بہ خیر وعافیت ہوں گے۔ خیر اندیش

حنیف نقوی

(۱۳)

بنارس، ۳۱/مارچ ۱۹۹۵ء

عزیز مکرم! سلام مسنون

آپ کا ۱۹/مارچ کا خط ۲۸/ کو ملا۔ جب سے ہم لوگ بدایوں سے واپس آئے ہیں، میری اور اہلیہ کی طبیعت برابر کچھ نہ کچھ خراب چل رہی ہے۔ کام کی افراط اور وقت کی تنگی اس پر مستزاد ہے۔ تین اسکالروں کے مقالے تکمیل کے مرحلے میں ہیں۔ میں ایک ایک لفظ پڑھنے اور دیکھنے کا عادی ہوں، وقت کم اور فرصت عنقا ہے، بجلی اکثر غائب رہتی ہے، اس لیے اپنے محدود دائرے کے اندر رہ کر بھی پڑھنے اور لکھنے کا موقع نہیں مل پاتا، اس سے باہر نکل کر کوئی کام کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ آپ نے جو مشورے دیے ہیں وہ سر آنکھوں پر لیکن فی الوقت ان پر عمل نہ کرپاؤں گا۔

مضامین کو تلاش کر کے جمع کرنا اور ان کے فوٹو بنوانا ایک طول عمل ہے۔ پھر اب ہر مضمون نظر ثانی کا محتاج معلوم ہوتا ہے۔ طبیعت آمادہ ہی نہیں ہوتی کہ اسے سابقہ صورت حال میں دوبارہ چھپوا دیا جائے، دیکھیے نظر ثانی کی نوبت کب آتی ہے؟ محترمی ادیب[45] صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ باقی سب لوگوں کو واجباب۔ خیر اندیش

حنیف نقوی

(۱۴)

بنارس، ۳/ مئی ۱۹۹۵ء

عزیز مکرم! سلان مسنون

میں آپ کو پچھلے کسی خط میں لکھ چکا ہوں کہ میں بے حد قلیل الفرصت ہوں اور اس تنگیِ وقت کی وجہ سے بہت سے ایسے کام بھی نہیں کر پا رہا ہوں جن کے کرنے کی خواہش بھی ہے اور ضرورت بھی۔ اب آپ خود ہی سوچیے کہ ان حالات میں لمبے لمبے خطوں کے جواب آخر کس طرح دے سکتا ہوں۔

ڈاکٹر جین صاحب کا پتا پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔ آپ دوبارہ دریافت فرما رہے ہیں اگر نہ لکھا ہو تو لکھیے تا کہ اپنے حافظے کا ماتم کر سکوں۔ احتیاطاً دوبارہ لکھ رہا ہوں۔ تنویر علوی صاحب کا پتا میرے علم میں نہیں۔

نعت گویوں کا تذکرہ[46] یا تو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا جا سکتا ہے یا شعرا کے زمانے کے لحاظ سے۔ دوسری صورت میں شعرا کو متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے زمروں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ باقی تفصیلات آپ خود طے کر سکتے ہیں۔ ماشاء اللہ خاصے پختہ مشق اور تجربہ کار مصنف ہیں اور پھر محترم ادیب صاحب کی رہ نمائی تو آپ کو حاصل ہی ہے۔ ادیب صاحب کی خدمت میں سلام عرض فرمائیں، باقی سب کو واجبات۔ خیر اندیش

Dr. Gian Chand - 85/9 Indra Nagar, Lucknow (226016)

حنیف نقوی

(۱۵)

وارانسی، ۴/ نومبر ۱۹۹۸ء

عزیز مکرم! سلام مسنون

میں ۲۹/ اکتوبر کو علی گڑھ چلا گیا تھا۔ واپسی کے بعد ۲/ نومبر کو ڈیپارٹمنٹ پہنچا تو آپ کا مکتوب مورخہ ۲۴/ اکتوبر ملا۔ خوشی ہوئی کہ آپ نے دیوان ناسخ[47] کو توجہ کے ساتھ پڑھا۔ اب تک اس پر کوئی تبصرہ نہیں چھپا ہے۔ میں نہ تو اپنی کوئی کتاب تبصرے کے لیے کسی رسالے کو بھیجتا ہوں اور نہ کسی دوست سے از خود تبصرے کی

درخواست کرتا ہوں۔ آپ تبصرہ لکھیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔ تبصرہ ہماری زبان کے بجائے کتاب نما میں شائع ہو تو زیادہ اچھا رہے گا۔ کتاب میں ایک خامی بھی رہ گئی ہے، جس کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ صفحہ نمبر ۱۳/ اور صفحہ نمبر ۱۴ کے درمیان سے دو صفحات غائب ہیں۔ چناں چہ آپ دیکھیں گے کہ صفحہ نمبر ۱۳ کا آخری شعر ایک نئی غزل کا مطلع ہے اور صفحہ نمبر ۱۴ کا پہلا شعر ایک اور غزل کا مقطع۔ آپ اپنے تبصرے میں اس کی نشان دہی کر دیں گے تو میں کتاب نما ہی کے کسی اگلے شمارے میں ان دونوں صفحات کا متن شائع کرا دوں گا۔

یہاں صدر شعبہ کے لیے حصول رخصت بہت دشوار اور اس کا طریقِ کار کافی پیچیدہ ہے۔ بدایوں میں ۳۱/اکتوبر کو ایک شادی تھی، اسی پریشانی کی وجہ سے اس میں بھی شرکت نہ کر سکا۔ آئندہ جب بھی بدایوں آنے کا موقع ملے گا، ان شاءاللہ کچھ دیر کے لیے بریلی میں قیام کے لیے وقت نکالنے کی کوشش کروں گا۔ ۱۳، ۱۲/اکتوبر کو شاہ جہاں پور میں خان صاحب[۴۸] سے ملاقاتیں رہیں۔ آپ کے تبصرے[۴۹] کی تعریف کر رہے تھے، خوشی اس کی بھی تھی کہ آپ نے کتاب کو توجہ سے پڑھا۔ محترم ادیب صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ باقی سب کو واجبات، خیر اندیش

حنیف نقوی

(۱۶)

وارانسی، ۱۲/اپریل ۱۹۹۹ء

عزیز مکرم! سلام مسنون

امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔ میں بدایوں سے واپسی کے بعد سے مارچ کے اواخر تک بیمار رہا، اس لیے نہ رام پور جا سکا نہ اجین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو مقالے جو اس بہانے لکھ جاتے نہ لکھے جا سکے۔ بہت دنوں سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک دو دن سے زیادہ کا سفر راس نہیں آتا۔ واپسی پر طبیعت کچھ نہ کچھ خراب ہو ہی جاتی ہے۔

بدایوں میں آپ نے دیوان ناسخ کے تبصرے کے سلسلے میں گفتگو کی تھی، میں اس دیوان کا ایک نسخہ ان شاءاللہ ۱۵/اپریل کو شاہد علی خاں صاحب[۵۰] کے نام رجسٹرڈ ڈاک سے بھیج دوں گا۔ آپ بھی انھیں ایک خط لکھ دیجیے کہ اب وہ آپ کا بھیجا ہوا تبصرہ چھاپ دیں۔ تبصرے کی کاپی یقیناً آپ کے پاس محفوظ ہوگی۔ اس کی ایک فوٹو کاپی بھیج کر ممنون فرمائیں۔ ادیب صاحب کی خدمت میں مزاج پرسی و سلام عرض کیجیے۔ بیگم اور بچوں کو واجبات، مخلص

حنیف نقوی

(۱۷)

وارانسی، یکم مئی ۱۹۹۹ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

امید ہے کہ آپ مع متعلق بہ خیر وعافیت ہوں گے۔ میں نے ۱۲/ اپریل کو آپ کو ایک خط لکھ کر یہ اطلاع دی تھی کہ ۱۵/ اپریل تک 'دیوان ناسخ' کا ایک نسخہ ایڈیٹر کتاب نما کو بھیج دیا جائے گا۔ آپ انھیں لکھ دیں کہ اب وہ آپ کا مرسلہ تبصرہ شائع کر دیں۔ بوجوہ ۱۵/ کو کتاب نہ بھیجی جاسکی تاہم ۲۱/ اپریل کو ایک جلد رجسٹرڈ بک پوسٹ کے ذریعے ایڈیٹر صاحب موصوف کی خدمت میں بھیج دی گئی جو تین چار روز کے بعد یقیناً انھیں مل گئی ہوگی۔ امید ہے کہ آپ نے بھی خط لکھ دیا ہوگا۔ نہ لکھا ہو تو اب لکھ دیجیے، ممکن ہو تو تبصرے[۵۱] کی ایک نقل مجھے بھیج دیجیے۔ محترم ادیب صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیجیے اور مزاج پوچھ لیجیے۔ باقی سب کو واجبات، مخلص

حنیف نقوی

(۱۸)

وارانسی، ۲۲/ جنوری ۲۰۰۲ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

سخت نادم ہوں کہ آپ کے دونوں خطوں کے جوابات بروقت نہ دے سکا۔ پہلا خط مورخہ ۲۶/ نومبر کہیں رکھ کر یہ بالکل بھول گیا تھا کہ اس کا جواب دینا ہے۔ پھر جب وہ خط سامنے آیا تو دہلی کے لیے عازم سفر تھا۔ خیال تھا کہ وہاں غالب انسٹی ٹیوٹ کے سمینار میں آپ سے ملاقات ہو جائے گی لیکن یہ خیال محض خیال ہی رہا۔ دہلی سے سہسوان، کاسگنج، بدایوں، بریلی، شاہ جہاں پور ہوتا ہوا گذشتہ ہفتے بنارس واپس پہنچا ہوں۔ سفر کا پروگرام بالکل غیر طے شدہ تھا، اس لیے اس دوران بھی آپ سے ملاقات کی کوئی صورت پیدا نہ ہو پائی۔ ان شاء اللہ اب اپریل یا مئی میں سفر سہسوان کے وقت ملاقات کی کوشش کروں گا۔

میں ۳۰/ جون ۲۰۰۱ء کو ملازمت سے سبک دوش ہو چکا ہوں، بھوپال میں مستقل قیام کا ارادہ ہے[۵۲] لیکن وہاں کب تک جانا ہوگا، یہ ابھی طے نہیں ہے۔ فی الحال مراسلت کے لیے مندرجہ بالا پتا ہی مناسب ہوگا۔ ۲/ فروری کو ان شاء اللہ مع اہلیہ سفر حج پر روانگی کا قصد ہے۔ مارچ کے تیسرے ہفتے میں واپسی متوقع ہے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ دیوان ناسخ پر تبصرے کے لیے شکر گذار ہوں۔ یہ تبصرہ شائع ہو جائے تو اس رسالے کی ایک جلد یا تبصرے کا عکس فراہم کر کے ممنون فرمائیں۔ متعلقین کو واجبات۔ مخلص

حنیف نقوی

(۱۹)

بنارس،۱۱؍اپریل ۲۰۰۲ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

پہلی اطلاع تو آپ کو یہ دینا ہے کہ میں ان شاء اللہ ۱۷؍اپریل کی صبح کو بریلی پہنچوں گا اور ۲۸ کی شام تک وہاں قیام رہے گا۔ آپ ڈاکٹر افتخار حسین صاحب کے نمبر 557701 پر ٹیلی فون کرکے میرے بارے میں دریافت کر سکتے ہیں۔ قیام چھوٹے بھائی یحییٰ نقوی کے ہاں رہے گا۔ وہ بھی کہیں قریب ہی میں رہتے ہیں۔

شاعر کے تازہ شمارے[۵۳] میں آپ کا خط پڑھا، جس میں آپ نے 'شمشیر تیز تر' کے سالِ طباعت کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ 'شمشیر تیز تر' اس کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۸۶۷ء نکلتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۶۷ء میں یہ کتاب لکھی جا چکی تھی یا کم از کم اس کی تصنیف کا آغاز ہو چکا تھا۔ سرورق پر ۱۸۶۸ء درج ہے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۶۸ء میں اس کی طباعت شروع ہو چکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ طباعت کا کام غالبؔ کی وفات کے بعد مکمل ہوا۔ چوں کہ کتاب فی الوقت میری دست رس میں نہیں، اس لیے اس سلسلے میں مزید کچھ کہنا مناسب نہ ہوگا۔

کالی داس گپتا رضا کا خط[۵۴] بہ نام ڈاکٹر گیان چند آپ نے دیکھ لیا ہوگا اور اس بات کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے کس قدر مختلف ہوتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اوپر کی سطور میں قاضی عبدالودود صاحب کے ساتھ جس معاملے پر جین صاحب کو داد دی گئی ہے، وہی معاملہ اپنے ساتھ پیش آنے کی صورت میں ہندو مسلم اختلاف اور تعصب کا سوال اٹھا دیا گیا ہے۔ گپتا صاحب نے اس سلسلے میں مجھے جو خط لکھا تھا اس کا لہجہ بالکل مختلف تھا میں نے اس خط کی فوٹو کاپی کل ہی شاعر کو اشاعت کے لیے روانہ کر دی ہے۔

خدا کرے کہ آپ مع متعلقین بہ خیر و عافیت ہوں۔ باقی عند الملاقات، خیر اندیش

حنیف نقوی

(۲۰)

وارانسی،۲۶؍جولائی ۲۰۰۲ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

خدا کرے کہ آپ مع متعلقین بہ خیر و عافیت ہوں۔ میں ۲۸؍جون کو بھوپال چلا گیا تھا۔ ۲۰، ۲۱؍جولائی کو ندوۃ العلما کے ایک سمینار میں شرکت کرتا ہوا ۲۲؍ کو بنارس پہنچا۔ اس عرصے میں آپ کا پہلا نوازش نامہ مورخہ ۲۹؍جون پہنچ چکا تھا۔ جواب لکھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ کل دوسرا خط ملا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے مجھے دو قلمی کتابیں دکھائی تھیں جن میں نواؔ کے حالات تھے۔ آپ نے لکھا بھی 'مطلوبہ کتابوں کے اوراق' ہے لیکن عکس صرف ایک کتاب تاریخ بنی حمید[55] کا بھیجا ہے۔ براہ کرم دوسری کتاب کے متعلقہ اوراق کا عکس بھی عنایت کر کے ممنون فرمائیں۔ فی الوقت آپ نے جو زحمت فرمائی ہے اس کے لیے سپاس گزار ہوں۔ غالب کے خط کے سلسلے میں آئینہ دلدار[56] کا عکس زیادہ اہم ہے۔

محترم ڈاکٹر لطیف صاحب کی خدمت میں آداب کہیے۔ اہلیہ اور بچوں کو دعائیں، خیر اندیش

حنیف نقوی

پس نوشت:

حضرت غالبؔ دہلوی رام پور جاتے ہوئے مرزا مدارا بیگ کے یہاں مرادآباد میں فروکش ہوئے۔ منشی صاحب[57] مرحوم ملنے گئے تو انھوں نے اپنی آمد کی تاریخ کی فرمائش کی۔ آپ نے فی البدیہہ یہ فرمایا: ''قادر سخنورے آمد...''

۱۲۷۶ھ

مضمون مرزا احمد شاہ بیگ جوہر شاگرد تسلیم

سہ ماہی العلم کراچی، شمارہ اپریل تا جون ۱۹۷۱ء، ص:۱۱۶

غالبؔ کی بعض تاریخوں پر مولف 'افادۂ تاریخ' جلال لکھنوی کے بعض اعتراضات کے جواب میں:

'تعصب بعض لکھنویاں کہ با دہلویان است، مرضِ لاعلاج است و ہمیں آش در کاسۂ بعض متمول و محتاج ورنہ غالبؔ در ہندوستاں در خود نظیر خود بود۔'' (ملخّص تسلیم ص۷۶) غالبؔ کے بارے میں یہ رائے رکھنے والا قاطع برہان کا جواب لکھنے والوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔

غالب انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے مجھے ابھی کوئی مراسلہ یا دعوت نامہ نہیں ملا ہے اس لیے یہ بھی نہیں معلوم کہ سمینار کا موضوع کیا ہوگا۔ دعوت نامے میں خود ہی بہت سے موضوعات دیے ہوتے ہیں۔ انھی میں سے کوئی موضوع انتخاب کر لیجیے گا۔ دعوت نامہ نہ آئے تب بھی نذیر صاحب[58] کے خط کو کافی سمجھیں اور انھیں خط لکھ کر مطلع کر دیں کہ میں شرکت کر رہا ہوں۔ نقوی

(۲۱)

بنارس، ۷/ دسمبر ۲۰۰۲ء

عزیز گرامی! دعاؤں کے ساتھ عید سعید کی مبارک باد قبول فرمائیں۔

آپ کا مکتوب مورخہ ۲۹/نومبر موصول ہوا۔ غالب انعام کے لیے مبارک باد کا شکریہ۔ افسوس ہے کہ دہلی کے سمینار میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔ میں ان شاء اللہ ۱۹/دسمبر کو یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ غالباً ۲۸ یا ۲۹ کو ایک دن دہلی میں بھی قیام رہے گا۔ ان شاء اللہ ملاقات ہو گی۔

آپ کا بھیجا ہوا پہلے تذکرے کا عکس مجھے مل گیا تھا۔ میرے رسیدی خط کے جواب میں جو دوسرا عکس آپ نے بھیجا تھا، وہی نہیں ملا۔ بریلی میں آپ نے مجھے دو قلمی کتابوں کے عکس دکھائے تھے جن میں نوا کا ذکر تھا، پہلے کی نقل مل گئی، دوسرے کی درکار ہے۔[۶۰]

رضا لائبریری نے کچھ دنوں پہلے میر کے دیوان چہارم[۶۱] کا ایک قلمی نسخہ خریدا ہے، میں نے وقار الحسن صدیقی صاحب[۶۲] سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے اس کا عکس عنایت فرماویں۔ میرے اس خط کے جواب میں انھوں نے لکھا تھا کہ یہ نسخہ مرمت اور جلد بندی کے لیے گیا ہوا ہے، جیسے ہی واپس آئے گا، اس کا عکس آپ کو بھیج دیا جائے گا۔ اس کے بعد کئی خط لکھ چکا ہوں، مگر خاموشی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ انھوں نے میری تعریف کی، اس ذرہ نوازی کا شکریہ۔ مگر صرف تعریف سے کام کہاں چلا کرتے ہیں۔ ایک بار اس سلسلے میں ذرا آپ بھی کوشش فرمائیں۔ بہت دنوں سے رضا لائبریری کی طرف سے کسی سمینار کا دعوت نامہ بھی نہیں ملا۔ محترم ادیب صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ بیگم اور بچوں کو میری اور متعلقین کی طرف سے واجبات ۔ خیر اندیش

حنیف نقوی

(۲۲)

۱۹/اپریل ۲۰۰۳ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

آپ کا مکتوب مورخہ ۱۹/فروری بروقت بنارس پہنچ گیا تھا لیکن میں ان دنوں بنارس میں نہ تھا، اس لیے زیادہ احتیاط سے اسے رکھ دیا گیا تھا۔ جب ملا تو اس وقت مصروفیت زیادہ تھی، اس لیے جواب نہ لکھ سکا۔ اور پھر باہر چلا گیا کل صبح ہی واپس آیا ہوں۔ فی الوقت آپ کو یہ اطلاع دینا مقصود ہے کہ میں ۲۶ و ۲۷/اپریل کو بریلی میں رہوں گا۔ ۲۶ یا ۲۷ کی شام کو ملاقات کے لیے تھوڑا سا وقت نکال لو تو اچھا ہو۔ قیام چھوٹے بھائی یحییٰ کے ہاں رہے گا۔ ان کے مالک مکان کا ٹیلی فون نمبر 2557827 ہے۔ ان سے یہ کہا جائے کہ یحییٰ کے ہاں سے ان کے بڑے بھائی کو جو بنارس سے آئے ہیں، بلوا دیجیے۔ محترم لطیف صاحب سے بھی بہت دنوں سے نیاز حاصل نہیں ہوا ہے۔ کیا اچھا ہو کہ اس بہانے ان سے بھی ملاقات ہو جائے۔ محترم لطیف صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض ہے۔ باقی سب لوگوں کو واجبات، خیر اندیش

حنیف نقوی

(۲۳)

وارانسی، ۲۸/ستمبر ۲۰۰۳ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

آپ کے دونوں خط پرسوں ۲۶/ستمبر کو ایک ساتھ موصول ہوئے۔ آپ کے حسب الطلب مصحفی-شخصیت اور کلام'[۶۳] کے علاوہ ماہ نامہ نگار کے مصحفی نمبر سے امیر احمد علوی اور مجنوں گورکھ پوری کے مضامین کے ضروری اقتباسات ارسال کیے جارہے ہیں۔ تلامذہ مصحفی میں آپ کے کام کی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ قائم اور مصحفی کے قیام ٹانڈہ کے سلسلے میں مولوی عبدالحق وغیرہ کا بیان درست ہے۔ مصحفی، قائم کے واسطے سے نواب محمد یار خاں کی سرکار سے وابستہ ہوئے تھے۔ اس توسل پر صرف تین مہینے گزرے تھے کہ جنگِ سکّرتال کی وجہ سے یہ صحبت برہم ہوگئی۔ تذکرۂ ہندی میں فدوی لاہوری اور نعیم دہلوی کے حالات بھی آپ نے یقیناً دیکھ لیے ہوں گے۔ نعیم کے حال میں 'موضع عطر، جہدی' کا ذکر آیا ہے، صحیح نام 'اَتر چھینڈی' ہے۔ یہ آنولے سے مشرق کی جانب تین کوس کے فاصلے پر ایک گانو ہے، یہاں محمد یار خاں کے بڑے بھائی محمد سعد اللہ خاں نے اپنے لیے ایک کوٹھی بنالی تھی۔

لطیف صاحب محترم کی خدمت میں سلام عرض کیجیے۔ ان کے بارے میں کچھ لکھ کر[۶۴] مجھے خوشی ہوگی لیکن فی الحال اس کا موقع نہیں۔ ضعف بصارت، لو بلڈ پریشر کی مستقل شکایت اور بعض دوسرے عوارض نے کسی کام کا نہیں چھوڑا ہے۔ طبیعت کچھ بہتر ہونے کے بعد 'چند شعراے بریلی'[۶۵] کے حوالے سے ایک مختصر نوٹ لکھنے کی کوشش کروں گا۔ مصحفی کے سلسلے میں کچھ لکھا جانا تو درکنار، ابھی تک موضوع کا بھی تعین نہیں کر پارہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مع متعلقین بہ خیر وعافیت ہوں گے، خیر اندیش

حنیف نقوی

(۲۴)

بنارس، ۱۰/نومبر ۲۰۰۳ء

عزیز گرامی! سلام مسنون

کل یعقوب یاور صاحب نے نیا دور کا تازہ شمارہ لاکر دیا۔ پہلی فرصت میں آپ کا مضمون[۶۶] پڑھ ڈالا۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔ آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ حکیم ظہیر الدین کے بارے میں اس قدر معلومات پہلی بار سامنے آئی ہے۔

آپ کی معلومات پر دو اضافے کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا یہ کہ عبداللطیف نے حکیم صاحب کا پورا نام ظہیر الدین احمد خاں لکھا ہے۔ میرے خیال میں یہی ان کا اصل نام تھا۔ قیاس یہ ہے کہ 'ظہیر الدین احمد' تاریخی نام ہے۔ اس

سے ۱۲۶۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ ۱۲۶۳ھ کا آغاز ۲۰؍ستمبر ۱۸۴۶ء کو ہوا تھا، اس لیے آپ اسے بہ اطمینان ۱۸۴۷ء کے مطابق قرار دے سکتے ہیں۔ دوسرے تمام ذرائع ان ہجری و عیسوی سنین کی تائید کرتے ہیں۔

دوسرا اضافہ امراؤ بیگم کی تنخواہ سے متعلق ہے۔ اس سلسلے میں اب تک کوئی باوثوق معلومات سامنے نہیں آئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ امراؤ بیگم کو لوہارو اسٹیٹ سے تیس روپے ماہ وار بطور تنخواہ یا وظیفہ ملتے تھے۔ یہ تنخواہ شمس الدین احمد خاں نے بند کر دی تھی۔ ان کے پھانسی پانے کے بعد غالباً حکومتِ پنجاب کے ایما پر مسٹر ٹی۔ ٹی مٹکاف ایجنٹ برائے گورنر جنرل شمال مغرب و صوبہ جات متعینہ دہلی نے ۱۰؍جنوری ۱۸۳۹ء کو نواب احمد بخش خاں کے افرادِ خاندان اور متعلقین کا ایک تفصیلی گوشوارہ تیار کر کے بھیجا تھا۔ اس میں نمبر ۲۵ پر امراؤ بیگم کا نام درج ہے۔ ان کی عمر ۴۲ سال اور رشتہ بھتیجی بتایا گیا ہے۔ ذاتی ملکیت کچھ نہیں۔ کیفیت کے خانے میں درج ہے کہ احمد بخش خاں کی جانب سے تیس روپے ماہانہ ملتے تھے۔ یہ وظیفہ شمس الدین خاں نے بند کر دیا کسی امداد کی ضرورت نہیں۔" یہ دستاویز غالباً حکومتِ پنجاب (پاکستان) کے آرکائیوز ڈپارٹمنٹ میں محفوظ ہے۔ اس میں کل ۳۴؍افراد کے نام شامل ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ لوہارو کے نظمِ جدید کے بعد یہ تنخواہ بحال کر دی گئی ہوگی اور اسے تیس روپے سے بڑھا کر پچاس روپے کر دیا گیا ہوگا۔ آپ میرے اس خط کے حوالے سے یہ دونوں اضافے بہ اطمینان کر سکتے ہیں۔[۶۷] دعا گو

حنیف نقوی

(۲۵)

۱۵؍مارچ ۲۰۰۴ء

عزیز گرامی! تسلیم

آپ کے مطلوبہ اقتباسات[۶۸] ارسال کر رہا ہوں۔ اگر کسی اور سہسوانی نے بھی کلامِ غالبؔ کی تضمین کی ہے یا غالبؔ کے بارے میں نظم میں کچھ کہا ہے تو وہ میرے علم میں نہیں۔ رسید سے بہ ذریعہ خط مطلع کریں۔ ٹیلی فون فی الحال معطل ہے۔ امید ہے کہ آپ مع متعلقین بہ خیر و عافیت ہوں گے۔ خمسہ بر غزل غالبؔ نتیجۂ فکر مولوی سید جمیل احمد جمیل سہسوانی (متوفیٰ ۱۹۳۵ء)[۶۸]

خیر سے سمجھے ہوئے ہیں وہ محبت کو گناہ

سیدھے سادے ہیں، حقیقت پر نہیں ان کی نگاہ	اس کو میں بھی مانتا ہوں، وہ ہیں میرے خیر خواہ
حضرت ناصح گر آئیں، دیدہ و دل فرشِ راہ	کوئی مجھ کو یہ تو سمجھادو کہ سمجھائیں گے کیا
دیکھیے دولت شہادت کی وہاں پاتا ہوں میں	یا یوں ہی ناکامیاب و نامراد آتا ہوں میں

کچھ ہو، اب اتمامِ حجت ہی کی ٹھہراتا ہوں میں
آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں

عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا
قابلِ افسوس ہے اس شہر کی حالت اسدؔ

عشق کا چرچا ہے کم، چاہت کی ہے قلت اسدؔ
کیوں جمیلؔ آئے یہاں، آئی تھی کیا شامت اسدؔ

ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہے، کھائیں گے کیا

(ثمرۂ فصاحت مطبوعہ سلطانی، بھوپال ۱۳۲۹ھ کے حصۂ اول حدائق خوش بیانی سے ماخوذ)

☆

تضمین غزل نعتیۂ فارسی از حنیف نقوی (غیر مطبوعہ)

روشن ہو تیری آنکھ تو اٹھ جائے ہر حجاب
ہر چیز سے ہو جلوہ حقیقت کا بے نقاب

بن جائے تیرے واسطے یہ نکتہ رس کتاب
آئینہ دارِ پرتو مہراست آفتاب

شانِ حق آشکار ز شانِ محمد است
ہے مقتضائے دینِ ہدیٰ مصطفیٰ رسی

ہے اصلِ حق یہی، یہی عینِ خدارسی
حائل ہے تیری راہ میں خود تیری فارسی

دانی اگر بہ معنیِ لولاک وارسی
خودہرچہ از حق است از آنِ محمد است

ہمت ہزار بار بہ وصفش گماشتیم
معلوم شد کہ تابِ ستائش نہ داشتیم

ویں مقطع آخرش سرِ کاغذ نگاشتیم
غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

غالب

(سانیٹ)

تو آشنائے درد تھا، لذت شناسِ رنج
تیرا وجود نالۂ برلب رسیدہ تھا

تھا گرمیِ نشاطِ تصور سے نغمہ سنج
تو عندلیبِ گلشنِ ناآفریدہ تھا

پانی تھے سنگ گرمیِ تقریر سے تری
تو نے زباں کو طرزِ تکلم عطا کیا

بول اٹھےّ نقش شوخیِ تحریر سے تری
لفظوں کو تو نے معجزۂ قُم عطا کیا

پھیلی ہوئی تھی چاندنی ماہِ تمام کی
اہلِ نظر میں کون ترا قدرداں نہ تھا

پاتا تھا اس سے داد کچھ اپنے کلام کی
روح القدس بھی گرچہ ترا ہم زباں نہ تھا

تجھ پر کمالِ ندرتِ اسلوب ختم ہے
مشاطگیِ گیسوے محبوب ختم ہے

حواشی:

۱۔ راقم الحروف کا پہلا مجموعۂ مضامین، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۱ء، نثار احمد فاروقی کا مجموعۂ مضامین، دید و دریافت، دہلی سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا تھا۔ شخصی ناموں کی طرح کتابوں کی ہم نامی بھی اکثر التباس کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس سے بچ پانا مشکل ہے۔ خود حنیف نقوی کے مجموعۂ ملاقات، تذکرے اور تبصرے (رام پور ۲۰۱۸ء) کا نام مجنوں گورکھ پوری کی کتاب تذکرے اور تبصرے سے مماثلت رکھتا ہے۔

۲۔ راقم الحروف نے غالبؔ کے خط میں 'سہسوان کے صاحب' سے مراد منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی (ف ۱۸۹۲ء) لیے تھے۔ بعد میں غالبؔ اور بدایوں میں اس کی تردید اور تصحیح کر دی (مطبوعہ دہلی ۲۰۱۰ء، ص:۴۲)

۳۔ ویریندر پرشاد سکسینہ (ف ۲۰۱۰ء) ہندو شعرا و ادبا کی سوانح و ادبی خدمات ان کے مطالعے کا خاص موضوع تھا۔ راقم الحروف نے اپنی ادبی زندگی کے آغاز میں ان کے ذاتی کتب خانے سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ لکھنے پڑھنے اور کام کرنے والوں کو کتابیں فراہم کرنے میں فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے مضامین کے مجموعے ادبی زائچے (بدایوں ۱۹۸۵ء) کا انتساب از راہ محبت خاک سار کے نام کیا ہے۔ تسلیم غوری بدایونی نے ان پر ایک مونوگراف بہ اسم ویریندر پرشاد سکسینہ: حیات و خدمات، مرتب کر کے ۲۰۰۹ء میں بدایوں سے شائع کیا تھا جس میں ان کی جملہ تحریروں کا اشاریہ بھی شامل ہے۔

۴۔ مطبوعہ اپریل تا جون ۱۹۷۱ء

۵۔ اردو کے ضرب المثل اشعار کا انتخاب مع تخریج وتحشیہ، مطبوعہ بدایوں ۱۹۸۴ء، نقوی صاحب نے اپنا ذاتی نسخہ بھیج دیا تھا جس سے دوسرا حصہ مرتب کرنے میں مدد ملی اور پہلے حصے کے تسامحات کی تصحیح ممکن ہو سکی۔ دوسرا حصہ اسی نام سے مع پیش لفظ مالک رام ۱۹۸۸ء میں بدایوں سے شائع ہوا۔

۶۔ لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں　　　　کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

یہ شعر ابھی تک متحقق نہیں ہو سکا کہ کس کا ہے! متعدد بڑے شعرا سے نسبت کے سبب کسی ایک ماخذ کی بنیاد پر اس کا خالق طے نہیں کیا جا سکتا۔ نقوی صاحب نے حیات ذوق کی روایت کو شہادت کے طور پر نقل کیا ہے۔ تلمیذ ذوق، مذاق بدایونی (ف ۱۸۹۴ء) کے دیوان کلام دلدار علی مذاق کے دو ایڈیشن ان کی زندگی ہی میں شائع ہو گئے تھے۔ (بلند شہر ۱۸۶۳ء، ۱۸۷۱ء) چوتھا ایڈیشن (دست یاب کلام کے اضافے کے ساتھ) ۱۹۶۴ء میں ڈھاکے سے شائع ہوا۔ اس میں صفحہ ۳۸۸ پر اسی بحر و ردیف میں غزل موجود ہے، لیکن حیات ذوق میں مذکورہ مذاق کا شعر ندارد ہے۔ اساتذہ سے متعلق اس قسم کی روایتیں اکثر پڑھنے کو ملتی ہیں۔ پروفیسر تنویر احمد علوی (ف ۲۰۱۳ء) نے اپنے تحقیقی مقالے ذوق: سوانح اور انتقاد (لاہور ۱۹۶۳ء) میں بھی اس روایت کا اندراج کیا ہے، لیکن اسے مزید تحقیق کرنے کی کوشش نہیں کی۔

عرصہ ہوا ماہ نامہ کتاب نما (دہلی) میں اس شعر کے حوالے سے ایک مضمون نظر سے گزرا تھا، جس میں قدرے مضبوط شواہد کی بنیاد پر زیر بحث شعر کو میر محبوب علی خاں آصف (نظام دکن) کا قرار دیا گیا تھا۔ فی الوقت مضمون دسترس میں نہیں۔ اس لیے وثوق کے ساتھ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

۷۔ نگہہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے　　　　اُسے تیر قضا، اِس کو پرِ تیر قضا سمجھے

۸۔ تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی، تو نے، او بادِ صبا!　　　　یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

راقم الحروف نے مذکورہ بالا شعر کو اسمٰعیل میرٹھی کے منتخبات میں جگہ دی تھی (ص:۱۴) حقیقتاً یہ آسی غازی پوری کا ہے۔ ان کے دیوان عین المعارف (کراچی ۱۹۸۸ء، ص:۱۴۶) میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۹۔ مطبوعہ ماہ نامہ نیا دور لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ مشمولہ حنیف نقوی کی ابتدائی تحریریں، مرتبہ: شمس بدایونی (گوپال پور ۲۰۱۶ء، ص:۱۲۵)

۱۰۔ راقم الحروف نے اس شعر کو فیضان غالبؔ از عرش ملسیانی (دہلی ۱۹۷۷ء) سے اخذ کیا تھا۔

۱۱۔ سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے　　　　دیکھنا ہے زور کتنا بازوے قاتل میں ہے

متحقق ہو گیا ہے کہ یہ شعر سید محمد حسن بسمل عظیم آبادی (ف ۱۹۷۸ء) کا طبع زاد ہے، جو ان کے دیوان حکایت ہستی (پٹنہ ۱۹۸۰ء) میں موجود ہے۔ دیکھیے: ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب کا مقالہ ایک آوارہ غزل مشمولہ سہ ماہی، روشن، بدایوں، جلد ۹، شمارہ ۲، ۱۹۸۶ء

۱۲۔ آنکھ پڑتی ہے کہیں پاؤں کہیں پڑتا ہے　　　　سب کی ہے تم کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں

راقم الحروف نے اسے منشی محمد علی تشنہ کے نام سے درج کیا تھا۔ (شعری ضرب الامثال، ص:۲۵) قرائن کہتے ہیں کہ جب تک یہ کسی دوسرے کے دیوان میں نظر نہ آئے تشنہ کی ملکیت سے اسے خارج کر دینا مناسب نہیں ہو گا۔

۱۳۔ زندگی زندہ دلی کا ہے نام　　　　مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

مصرعِ اول اس طرح مشہور ہے: زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ راقم الحروف نے بھی اسی طرح نقل کیا تھا۔ (ص:۳۶) اور اسے خواجہ میر درد کا شعر لکھا تھا، لیکن بقول حنیف نقوی یہ ناسخ کا شعر ہے۔ دیکھیے: دیوان ناسخ 'زندگی زندہ دلی کا ہے نام' مصرعے کی ادائیگی میں جو غیر موزونیت محسوس ہوتی ہے، اس حوالے سے خاک سار نے شمس الرحمن فاروقی سے استفسار کیا تھا۔ انھوں نے شعر کی تقطیع کر کے اس کا جواب مرحمت فرمایا تھا کہ یہ اسی طرح درست ہے: شمس الرحمن فاروقی کے خطوط۔ مشمولہ شش ماہی تحصیل کراچی، دسمبر ۲۰۲۰ء، خط نمبر ۷)

۱۴۔ مجلس وعظ تو تا دیر رہے گی قائم　　　　یہ ہے مے خانہ ابھی پی کے چلے آتے ہیں

راقم الحروف نے عطا کاکوی کے حوالے سے اس شعر کو قائم سے منسوب کیا تھا (آوارہ گرد اشعار، 'نگار'، اکتوبر ۱۹۵۲ء)
لیکن قاضی عبد الودود کا ارشاد ہے کہ "لفظ قائم یہاں بر بنائے تخلص نہیں اور یہ شعر قائم کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ دیوان کے نسخوں میں بھی موجود نہیں، مولانا شبلی نے اس شعر کے مضمون کو حافظ سے مستعار قرار دیا ہے۔ ان سے پیشتر اسے کسی نے قائم سے منسوب نہیں کیا تھا۔ (شعر العجم ج / ۲، ص:۲۲۲، لاہور ۱۹۴۶ء) قاضی صاحب کے مطابق شعر کا پہلا مصرع اس طرح ہے: صحبت وعظ تو تا دیر رہے گی قائم (آوارہ گرد اشعار، قاضی عبد الودود، پٹنہ ۱۹۹۵ء، ص:۵۲) اس طور حنیف نقوی کا بیان درست ہے کہ یہ قائم کا نہیں۔ ابھی تک اس کی کسی اور سے نسبت متحقق نہیں ہو سکی ہے۔

۱۵۔ بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا　　　　اس کی بلا سے بوم بسے یا ہما رہے

۱۶۔ صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دور　　　　نکلے جو مے کدے سے تو دنیا بدل گئی

حسرت موہانی کے مرتبہ تذکرۂ شعرا سیریز کے تحت پیش کردہ دیوان گستاخ رامپوری اور عطا کاکوی کے مضمون آوارہ گرد اشعار کے حوالے سے میں نے اس شعر کو گستاخ کے نام سے پیش کیا تھا۔ حنیف نقوی کا بیان بھی اپنی جگہ درست ہے کہ یہ ریاض خیر آبادی کے دیوان ریاض رضواں میں موجود ہے۔ میں نے بھی ریاض رضواں (مرتب سید نیاز احمد نیاز برادر ریاض (اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد، ۱۹۳۸ء) میں اسے دیکھا ہے لیکن حسرت موہانی کا بیان یہ ہے کہ انھوں نے مشاعرے میں اس غزل کو گستاخ کی زبانی سنا ہے۔ اس طور ریاض رضواں میں اس کی موجودگی پر سوال قائم کرنا غیر مناسب بھی نہیں معلوم ہوتا۔ ریاض خیر آبادی کی وفات ۲۸ر جولائی ۱۹۳۴ء کو ہوئی۔ دیوان کی اشاعت بعد از وفات ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ اس لیے یہ امکان ہے کہ مرتب نے شہرت کے سبب اس شعر کو ریاض کا طبع زاد خیال کرتے ہوئے دیوان میں شامل کر لیا ہو۔ واللہ اعلم۔ محمد شمس الحق نے حسرت کے مذکورہ بالا بیان ہی کی بنیاد پر اپنی کتاب اردو کے ضرب المثل اشعار تحقیق کی روشنی میں (ادارۂ یادگار غالب کراچی، ۲۰۰۳ء) میں اسے گستاخ رامپوری ہی کا قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ کریں شعر نمبر ۵۴۴، صفحہ نمبر ۱۰۰، ۲۱۷)

۱۷۔ رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کب تلک　　　　بہلا چلی جاتی ہے فرمائش کبھی یہ لا، کبھی وہ لا

راقم الحروف نے اسے آب حیات سے اخذ کر کے شیخ محمد ناجی کے نام سے شامل کیا تھا۔ تذکروں میں یہ ناجی اور آبرو دونوں کی طرف منسوب ہے۔ حنیف نقوی کا خیال درست ہے کہ یہ آبرو کا ہے۔ ملاحظہ کریں: دیوان آبرو، مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن (ترقی اردو بیورو، دہلی اول ۲۰۰۰، ص:۱۲) مصرعِ اول کا متن دیوان میں یہ ہے: رکھے کوئی اس طرح کے لالچی کو کب تلک بہلا

۱۸۔ شعر نمبر ۱ تا ۳ شعری ضرب الامثال (قسط اول) میں شامل نہیں۔

۱۹۔ یہ شعر قسط اول میں شامل ہے (ص:۵۸) شاعر کے نام کے ساتھ نقوی صاحب نے محمد کا اضافہ کیا ہے۔

۲۰۔ شعر نمبر ۵ تا ۸ قسط اول میں شامل نہیں۔

۲۱۔ یہ اشعار قسط اول میں شامل نہیں ہیں۔ قسط دوم میں خط میں زیر بحث اشعار میں سے چند شامل کر لیے گئے ہیں۔

۲۲۔ اس شعر کو شعری ضرب الامثال قسط دوم (۱۹۸۸ء) میں تذکرہ ریاض الفصحا اور خوش معرکہ زیبا کے حوالے سے مرزا علی اکبر بیگ عشرتی و مضطرب (تلمیذ جرأت) کے نام سے شامل کیا گیا ہے۔

۲۳۔ رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد سرخ رو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد
یہ شعر غلام محمد مست کلکتوی (ف ۱۹۴۱ء) ہی کے نام سے قسط دوم میں شامل ہے۔ شعر نمبر ۴ کو ضرب المثل میں شمار نہ کرتے ہوئے قسط دوم میں شامل نہیں کیا۔ شعر نمبر ۵ حالی ہی کے نام سے قسط دوم میں شامل ہے۔

۲۴۔ شعر نمبر ۶ بھی دونوں قسطوں میں شامل نہیں۔ یہ داغ کا نہیں بلکہ داغ کے استاد بھائی ظہیر دہلوی کا شعر ہے اور دیوان ظہیر میں شامل ہے۔

۲۵۔ یہ شعر طبع اول میں قمر الحسن قمر بدایونی کے نام سے شامل کیا گیا ہے۔ (ص:۵۷، شعر نمبر ۸)
زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر یا وہ جگہ بتادے جہاں پر خدا نہ ہو
اس کے خالق کا ابھی علم نہیں ہو سکا۔

۲۶۔ یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے
یہ شعر بر محل اشعار اور ان کے ماخذ از خلیق الزماں نصرت (رضوی کتاب گھر، دہلی-دوم ۲۰۱۱ء) میں کلیات ظفر کے حوالے سے بہادر شاہ ظفر کا لکھا گیا ہے۔ (ص:۴۹)

۲۷۔ عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا سر پھول وہ چڑھا جو چمن سے نکل گیا

۲۸۔ حیرت الہ آبادی ہی کا شعر ہے۔ ملاحظہ کریں: جواہر سخن، ج/۳ کیفی چریا کوٹی (الہ آباد ۱۹۳۹ء) ص:۱۸۴

۲۹۔ دشنام ہو کے وہ ترش ابرو، ہزار دے یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے
ذوق کا شعر ہے۔

۳۰۔ مرزا غالب کا شعر ہے:

۳۱۔ یہ انتظار نہ ٹھہرا، کوئی بلا ٹھہری کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری
سید قاسم رضا نسیم امروہوی کا شعر ہے۔

۳۲۔ ہم سے کہتے ہیں چمن والے، غریبان چمن تم کوئی اچھا سا رکھ لو اپنے ویرانے کا نام
فیض کا شعر ہے۔ مصرع دوم میں کثرت استعمال سے 'ویرانے' کی جگہ 'دیوانے' ہو گیا ہے۔

۳۳۔ بدایوں کے دو قدیم شاعر: شاہ محمدی بیدار (ف ۱۷۹۶ء) تلمیذ درد اور ظہور اللہ خاں نوا (ف ۱۸۳۰ء) شاگرد بقا پر انھوں نے خاصا خام مواد اکٹھا کر لیا تھا، لیکن بوجوہ اسے مرتب کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

۳۴۔ مقدمہ از قلم قمر الحسن قمر بدایونی، مشمولہ: تجلیات سخن، مجموعہ کلام نظامی بدایونی (نظامی پریس، بدایوں ۱۹۳۰ء) اس مقدمے کا بڑا حصہ شعرائے بدایوں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

۳۵۔ ان دونوں بزرگ قلم کاروں سے میرے مراسم تھے۔ مبشر علی صدیقی (۱۹۲۷ء-۱۹۸۷ء) بدایوں کے بزرگ ادیب تھے۔ ایک درجن سے زائد کتب کے مصنف۔ زندگی بھر شعبہ تدریس سے وابستہ رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بدایوں میں اردو میڈیم اسکول قائم کر کے اردو کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔ راقم الحروف کو ان کی خدمت میں نیاز حاصل تھا۔ ہفتہ میں ان سے ایک ملاقات کا معمول تھا در میان کے ایام میں ان کے رقعے موصول ہوتے رہتے تھے۔ انھوں نے سلیم مبشر اردو سوسائٹی بدایوں کی جانب سے ۱۹۸۵ء میں خاک سار پر ایک کتاب بہ اسم 'اعتراف' مرتب کر کے شائع کی تھی، ایک نو وارد ادیب پر بزرگ ادیب کا کتاب مرتب کر کے شائع کرنا ایک انوکھا عمل تھا۔ اس کی خاصی پذیرائی ہوئی۔ اس کتاب میں تاثرات نظر کے عنوان سے انصار اللہ صاحب کی بھی ایک مختصر تحریر شامل ہے۔

۳۶۔ یہ شمارہ ویریندر پرشاد سکسینہ کے ۹ مضامین پر مشتمل ہے۔ جلد ۸، شمارہ ۲۰، ۱۹۸۵ء، یہی شمارہ ادبی زائچے کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔

۳۷۔ ایک شمارہ مرحوم رسائل کے نام، شمارہ نمبر ۲، ۱۹۸۴ء

۳۸۔ سید قمر احمد نقوی ایڈوکیٹ (ف ۱۹۹۲ء) نقوی صاحب کے ساڑھو تھے۔

۳۹۔ حقائق و بصائر، بدایوں ۱۹۸۶ء۔

۴۰۔ ڈاکٹر محمد انصار اللہ کی ابتدائی کتابیں بیشتر لیتھو پر شائع ہوئیں اور انتہائی بھدی۔ جس پریس میں ان کی کتابیں چھپتی تھیں اتفاق سے یہ شمارہ بھی اسی پریس میں چھپنے کے لیے گیا۔ اس کا جو حشر ہوا اس پر نقوی مرحوم کا تبصرہ دل چسپ ہے۔

۴۱۔ اس مجموعے کا طبع اول نصرت پبلشر لکھنؤ ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ طبع دوم مع اضافہ غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی سے ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔

۴۲۔ اِن دنوں ایک مقالہ بہ عنوان: بدایوں میں اردو تذکرہ نویسی کی روایت قلم بند کر رہا تھا، یہ استفسار اسی سلسلے کا تھا۔

۴۳۔ بعد میں یہ تذکرہ بہ اسم تذکرۂ شعرامے سہسوان مرتب کر کے ۲۰۱۰ء میں وارانسی سے شائع کیا۔ سید نوازش علی کا تعلق غالباً سہسوان ہی کے کسی خانوادے سے تھا۔ جن کا تذکرہ خط نمبر ۱۲ میں ہے۔

۴۴۔ سید لطیف حسین ادیب (بریلی) کسی خط میں انھیں ڈاکٹر صاحب، کسی میں ادیب صاحب، کسی میں لطیف صاحب لکھا ہے۔

۴۵۔ میں نے منتشر مقالات کو مرتب کر کے شائع کرانے کا مشورہ دیا تھا۔

۴۶۔ نعت گو شعراے بدایوں کے تذکرے کا ذکر ہے، جس کا طبع دوم بہ اسم، شعرامے بدایوں دربار رسول میں ، مع تعارف ڈاکٹر فرمان فتح پوری، کراچی سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا تھا۔

۴۷۔ دیوان ناسخ (عکسی ایڈیشن نسخہ بنارس) ناشر: خدا بخش لائبریری پٹنہ، اول ۱۹۹۷ء)

۴۸۔ رشید حسن خاں (ف ۲۰۰۶ء)

۴۹۔ خان صاحب کی مرتبہ، مثنویات شوق، دہلی ۱۹۹۸ء، پر خاک سار نے تبصرہ کیا تھا جو ہماری زبان دہلی (۱۵ تا ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۹۸ء) میں شائع ہوا تھا۔

۵۰۔ شاہد علی خاں منیجر مکتبہ جامعہ دہلی (ف ۲۰۲۱ء)

۵۱۔ دیوان ناسخ پر خاک سار کا تبصرہ کتاب نما (دہلی) کے مئی ۱۹۹۹ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔

۵۲۔ اس خط سے پتا چلتا ہے کہ نقوی مرحوم ریٹائرمنٹ کے بعد مستقل طور پر بھوپال منتقل ہو جانا چاہتے تھے، لیکن بیٹی کی ملازمت کے سبب انھوں نے بنارس ہی میں قیام کرنا مناسب سمجھا۔ وہ یہیں بینیا (Benia) باغ میں ایک فلیٹ خرید کر متوطن ہو گئے۔ وفات سے تقریباً ایک ماہ پیشتر اتفاقی طور پر سہسوان آ گئے تھے اور وہیں اپنے آبائی گھر میں وفات اور آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

۵۳۔ ماہ نامہ، شاعر، بمبئی (اپریل ۲۰۲۰ء) مشمولہ: مکتوباتی ادب، شمس بدایونی (دہلی ۲۰۱۰ء) ص: ۱۸۰

۵۴۔ کالی داس گپتا رضا کے خط بہ نام ڈاکٹر گیان چند کا عکس 'آثار لفظ لفظ' عنوان کے تحت شاعر بمبئی (اپریل ۲۰۰۲ء) میں شائع ہوا تھا۔ جس میں حنیف نقوی کے مضمون مثنوی چراغ دیر (ترجمۂ رضا) کی اشاعت کو ایک ہندو ادیب پر کیچڑ اچھالنے سے تعبیر کیا گیا تھا۔ اس خط کے تعاقب میں خاک سار کا ایک مراسلہ شاعر جولائی ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا جو میری کتاب، مکتوباتی ادب (ص:۱۸۱) میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

دراصل حنیف نقوی نے مثنوی چراغ دیر کے دو ترجموں (ترجمۂ کالی داس گپتا رضا و ترجمۂ علی سردار جعفری) کو موضوع بنا کر ہماری زبان دہلی میں ایک مقالہ لکھا تھا جو دو قسطوں میں شائع ہوا (یکم تا ۷ و ۸ تا ۱۴؍ دسمبر ۱۹۹۹ء- یہ مقالہ ان کی کتاب غالبؔ کی چند فارسی تصانیف دہلی ۲۰۰۵ء میں بھی دیکھا جا سکتا ہے) جس میں بہ لحاظ زبان و بیان اور بہ لحاظ جملہ و عبارت، یکسانیت کی مثالیں دیتے ہوئے ایک کو دوسرے سے مستفاد و مستعار قرار دیا گیا۔ چوں کہ رضا کا ترجمہ جعفری کے ترجمے کے بعد شائع ہوا تھا، لہٰذا وہی اس مضمون کی زد میں آئے۔ مضمون پڑھنے کے بعد کالی داس نے حنیف نقوی کو خط لکھ کر ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنی فرو گذاشت کا اعتراف کیا، لیکن اسی دوران حنیف نقوی کے استاد ڈاکٹر گیان چند کو خط لکھ کر اس خالص علمی مسئلے کو دوسرا رخ دینے کی کوشش کی اور گیان چند نے اس پر ستم یہ کیا کہ اپنے نام کالی داس کے ایک نجی خط کو شاعر میں چھپوا کر ان کے باطن کو سب پر ظاہر کر دیا۔ دونوں کا یہ عمل تمام اردو برادری کو حیران کر دینے والا تھا۔ چناں چہ اس متضاد صورت حال پر حنیف نقوی نے ایک مضمون بہ عنوان قصہ چراغ دیر کے ترجموں کا لکھا (مشمولہ ہماری زبان، ۲۲ تا ۲۸؍ جنوری ۲۰۰۷ء) لیکن ۲۰۰۷ء میں کالی داس (ف ۲۰۰۱ء) آں جہانی ہو چکے تھے اور گیان چند (ف اگست ۲۰۰۷ء) کیلی فورنیا جا کر اردو برادری سے دور ہو گئے تھے۔ لہٰذا حنیف نقوی کا یہ مضمون ادبی دنیا میں کوئی ہل چل پیدا نہیں کر سکا۔

۵۵۔ تاریخ بنی حمید (قلمی) مصنف مفتی شاہ محمد شرف علی حمیدی۔ سال تکمیل ۱۹۱۰ء زبان فارسی۔ بدایوں میں آباد خاندانِ بنی حمید کی تذکرہ نما تاریخ۔ نواب ظہور اللہ خاں نوا (ف ۱۸۳۰ء) اسی خاندان کے فرد تھے۔ حنیف نقوی نے نوا کے اردو کلام کو جمع کیا تھا جسے باقیات نوا کا نام دیا تھا۔ اس پر ایک مفصل تعارفی مقدمہ بھی لکھا تھا۔ ایک انٹرویو میں خدا بخش لائبریری پٹنہ سے شائع ہونے والی اپنی کتب میں

انھوں نے اس کا بھی نام لیا تھا، لیکن خدا بخش سے ان کی صرف دو کتابیں پنج آہنگ کا قدیم ترین خطی نسخہ (۱۹۹۷ء)، دیوان ناسخ (۱۹۹۷ء) ہی شائع ہوئیں۔ باقیات نوا غیر مطبوعہ رہی۔

۵۶۔ آئینہ دلدار (سوانح شاہ دلدار علی مذاق، تلمیذ ذوق) ابرار علی، انجمن پریس کراچی، ۱۹۵۶ء۔ اس کتاب میں غالب کے ایک شاگرد مفتی سید احمد خاں سید (ف ۱۸۵۹ء) کے نام مرزا کا ایک فارسی خط نقل ہوا ہے، جو غالب شناسوں کی نظروں سے او جھل تھا۔

۵۷۔ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی (ف ۱۸۹۲ء)

۵۸۔ پروفیسر نذیر احمد (ف ۲۰۰۸ء) فارسی زبان وادب کے معروف عالم۔

۵۹۔ ملخص تسلیم، تسلیم سہسوانی، (مرادآباد ۱۸۹۲ء) یہ فن تاریخ گوئی کی معروف کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ اقتدار احمد ساحر سہسوانی نے ملہم تاریخ کے نام سے کیا ہے۔ مطبوعہ مطبع العلوم مرادآباد ۱۹۱۲ء

۶۰۔ دوسری قلمی کتاب اب ذہن سے محو ہو چکی ہے۔

۶۱۔ حنیف نقوی نے دیوان چہارم کے قلمی نسخے پر بہ عنوان میر کا دیوان چہارم مضمون لکھا تھا، جو نیادور لکھنؤ، میر نمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ یہ ان کے مجموعۂ مقالات تحقیق و تعارف میں بھی شامل ہے۔

۶۲۔ ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی، افسر بکار خاص رضا لائبریری رام پور (ف ۲۰۰۹ء) آثاریات کے ماہر تھے۔ ایک شعری مجموعہ عکس ہستی (رام پور ۲۰۰۷ء) بھی یادگار ہے۔

۶۳۔ ان دنوں غالب انسٹی ٹیوٹ کے سمینار کے لیے ایک مقالہ بہ عنوان مصحفی آنولہ میں زیر ترتیب تھا۔ اس سلسلے کا کچھ مطلوبہ خام مواد نقوی صاحب نے عکسی صورت میں اور کچھ ہاتھ سے نقل کر کے مجھے بھیجا۔ فون پر کچھ مناسب مشورے بھی دیے۔ یہ مقالہ غالب نامہ دہلی، جنوری ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ بعد میں اسی مقالے کی اساس پر ایک اور مقالہ بہ عنوان 'نواب محمد یار خاں امیر' (تلمیذ قائم) لکھا۔ جو سہ ماہی 'فکر و تحقیق'، دہلی، مارچ ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ حنیف نقوی اول الذکر مقالے کو بہت پسند فرماتے تھے۔

۶۴۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب (بریلی) کی تحریروں کا وضاحتی اشاریہ زیر قلم تھا۔ جب اسے کتابی شکل دی گئی تو خیال گذرا کہ ان کے معاصرین سے ان کی بابت آرا طلب کر لی جائیں۔ مرحوم شمس الرحمن فاروقی، نیر مسعود اور حنیف نقوی نے آرا عنایت کیں جو لطیف نامہ (رام پور ۲۰۰۴ء) میں شامل ہوئیں۔

۶۵۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب کی معروف حوالہ جاتی کتاب 'چند شعرائے بریلی' (لکھنؤ ۱۹۷۶ء)

۶۶۔ یہ مقالہ بہ عنوان 'غالب کے ایک مکتوب الیہ حکیم ظہیر الدین دہلوی' (نیادور لکھنؤ، اکتوبر ۲۰۰۳ء) میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں میری کتاب 'غالب اور بدایوں' (دہلی ۲۰۱۰ء) کا حصہ بن گیا۔

۶۷۔ غالب کی پنشن سے متعلق معاملات کو سمجھنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد (پاکستان) سے شائع ہونے والی دستاویزی کتاب: غالب کی خاندانی پنشن اور دیگر امور، سرکاری اسناد و دستاویزات (۱۸۰۵ء تا ۱۸۶۹ء) مطبوعہ ۱۹۹۷ء کو پیش نظر رکھنا مناسب ہوگا۔

۶۸۔ یہ کلام زیر ترتیب کتاب غالب اور بدایوں کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ جمیل سہسوانی اور حنیف نقوی کے خمسوں کے دو دو بند کتاب میں شامل ہیں۔ حنیف نقوی خوش گو شاعر تھے، لیکن شاعر کی حیثیت سے انھوں نے خود کو کبھی متعارف نہیں کرایا، البتہ غالبیات کے حوالے سے ان کی بعض شعری کاوشیں ضرور منظر عام پر آئیں۔ مثلاً غالب کی فارسی نعت کی تضمین اور مثنوی چراغ دیر کا منظوم اردو ترجمہ (مطبوعہ آج کل، دہلی، جولائی ۱۹۹۱ء) ان کا ایک شعر بر محل اشعار کے زمرے میں آتا ہے، مجھے بے حد پسند ہے:

ورق ورق سوزنِ قلم سے قبائے جاں اپنی سی رہے ہیں
نہ مار پائے گی موت ہم کو کہ ہم کتابوں میں جی رہے ہیں

Abstract

This article presents 25 unpublished letters of Professor Hanif Naqvi sent to Dr Shams Badayuni. The letters are replete with useful information about many Urdu couplets and single poetical lines being used as sayings. Many writers yearned to edit these collections of Urdu couplets remained anonymous. To know the poets' names, the writer of this articles initiated queries at times to Mr Naqvi to know as he was then planning to edit such couplets remained anonymous. The letters contain insights of Mr Naqvi how he helped the editor to reach the right poet. Many couplets remained unknown for which letters have many suggestions. Sometimes letters contain very rare and interesting information. One of the letters in this article show how the issue of translation of Mirza Ghalib's Charagh-e dair by Kali Das Gupta Raza surfaced.

Keywords: Unpublished letters, Hanif Naqvi, Charagh-e dair.